کالا پانی

(تواریخِ عجیب)

مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسریؒ

Marfat.com

58898

ناشر : آغا سید احمد

مطبع : استقلال پریس - لاہور

تعداد : ایک ہزار

تاریخ : نومبر ۱۹۶۱ء

مقام اشاعت : سنگ میل پبلی کیشنز - لاہور

★

اس پتہ سے بھی مل سکتی ہے

ایم شمس الدین بک سیلر، مسلم مسجد، چوک انارکلی - لاہور

سندھ ساگر اکادمی - مسلم مسجد، چوک انارکلی - لاہور

Marfat.com

1107

فہرس

ابواب	عنوان	صفحہ
۱	ابتدائے عشق	۹
۲	فرار	۱۳
۳	گرفتاری	۱۷
۴	امتحانِ عشق	۱۹
۵	گواہ گردی	۲۲
۶	مقدمہ	۲۷
۷	فیصلہ	۳۴
۸	چیف کورٹ	۳۸
۹	کالا پانی	۴۱
۱۰	مشقت	۴۳
۱۱	مولوی احمد اللہ صاحبؒ	۴۹
۱۲	سفرِ لاہور	۵۲
۱۳	سنٹرل جیل لاہور	۵۵
۱۴	روانگی کراچی	۵۷
۱۵	بمبئی	۶۰
۱۶	تھانہ جیل	۶۲
۱۷	کالا پانی کو روانگی	۶۴
۱۸	انڈمان	۶۵
۱۹	انڈمن کے اصلی باشندے	۷۱
۲۰	انڈمن کی زندگی	۷۶
۲۱	شادی خانہ آبادی	۷۹
۲۲	تین مہلک حادثے	۸۰
۲۳	تجارت	۸۲
۲۴	دوسری شادی	۸۵
۲۵	دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست	۸۷

Marfat.com

ابواب	عنوان	صفحہ
۲۶	ہندوؤں کی ناکام چوٹیں	۹۱
۲۷	مولوی محمد حسن صاحب کی تشریف آوری	۹۵
۲۸	لارڈ میو گورنر جنرل کا قتل	۹۶
۲۹	میں نے انگریزی سیکھ لی	۱۰۱
۳۰	مغربی علوم کا ملحدانہ اثر	۱۰۳
۳۱	وہابیوں کے خلاف سرکار کا اعلانِ جنگ	۱۰۶
۳۲	اولاد	۱۰۹

ابواب	عنوان	صفحہ
۳۳	رہائی کی امیدیں	۱۱۱
۳۴	حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا انتقال	۱۱۳
۳۵	فرمانِ رہائی	۱۱۶
۳۶	پورٹ بلیر پر آخری نظر	۱۱۹
۳۷	سوادِ ہند کو روانگی	۱۲۵
۳۸	وطن پہنچ کر	۱۳۱
۳۹	خاتمہ	۱۳۴
۴۰	حالات مولانا یحییٰ علی صاحب	۱۳۹

Marfat.com

1107

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میری واپسی انڈمان کے بعد ہر ایک دوست نے جس سے میری ملاقات ہوئی میری قید بست سالہ اور سفر اور ان جزائر کی کیفیت پوچھنی شروع کی تو ہر شخص کے روبرو ایک بست سالہ تواریخ کا بیان کرنا دشوار سمجھ کر کچھ ضروری ضروری حالات و واقعات جو اس مدت بیس سال میں مجھ کو پیش آئے مختصراً واسطے ملاحظہ ناظرین کے لکھ دیتا ہوں کہ ہر سائل اور مستفسر کے روبرو اس کو پیش کر دوں۔

جب اپریل ۱۸۷۹ء میں میں نے تواریخ پورٹ بلیر مسمّی بہ تاریخ عجیب لکھی تھی اس کے تھوڑے روز پہلے میری درخواست ہائی پڑے شدو مد سے حضور نواب گورنر جنرل بہادر ہند سے نامنظور ہو گئی تھی جس سے اکثر حکام بلکہ خاص و عام کو یقین ہو گیا تھا کہ اس قید فرنگ سے میری رہائی کبھی نہ ہو گی۔ لیکن میں رحمت الٰہی سے نومید نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دیباچہ کتاب مذکور میں یہ لکھا تھا کہ دنیا باُمید قائم ہے۔ دیکھیے

Marfat.com

پردۂ غیب سے اور کیا ظاہر ہوتا ہے بلکہ اخیر دیباچہ میں ناظرین کتاب مذکور سے یہ بھی التجا کی تھی کہ وہ میرے حق میں دعا کریں کہ ہماری سرکار معدلت شعار ان ننگ دھڑنگ جنگلیوں کی صحبت سے جدا کرے تاکہ جلد ثانی اس کتاب کی ہند میں حاضر ہو کر اپنے ملک کی بولی میں ناظرین کی نذر گذرے۔ سو اس تحریر دل سوز کو ابھی تھوڑے دن نہ ہوئے تھے کہ خود بخود بلا میری درخواست کے بمدد غیبی لارڈ بن صاحب بہادر کی زبان سے ظہور میری رہائی کا ہو گیا۔ میری پہلی کتاب تاریخ عجیب کا نام بھی تاریخی ہے اور اتفاق حسنہ سے ایک حرف کے زیادہ کر دینے سے اس چھ برس کی بیشی کو پورا کر کے اس کا بھی تاریخی نام تواریخ عجیب رکھا گیا۔ گویا یہ وہی جلد ثانی ہے جس کے مشتہر کرنے کا ہند میں پہنچنے کے بعد وعدہ تھا۔ اب ناظرین باوقار کی خدمت میں عرض ہے کہ میں نے اس کتاب کو بھی بطور روزنامچہ روز مرہ بول چال میں لکھا ہے اور دوسرے لوگوں کے مقولوں اور قصص کو جہاں تک مجھے یاد ہے بحقیقہ ہو بہو نقل کیا ہے۔ مگر اس پر بھی جہاں کہیں بہ مقتضائے بشریت مجھ سے کمی بیشی ہوئی ہو تو خداوند عالم الغیب معافی کرے اور صاحبان تکتہ چیں اور اہل حلم سے امید ہے کہ جہاں کہیں غلطی پاویں قلم عفو سے اصلاح کر دیویں۔ اور میرے حق میں دعا کریں کہ جیسے اس مملکہ اعظیم قید فرنگ سے مجھ کو نجات بخشی ایسے ہی وہ رب کریم مراد دلی پوری کر کے ساتھ خاتمہ خیر کے اس مملکہ عظیم دنیا سے بھی نجات دیوے آمین ثم آمین۔ وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب

Marfat.com

وقال اللہ تبارک و تعالیٰ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۔ ترجمہ :۔ فرمایا خداوند تعالیٰ نے کیا گمان کیا ہے لوگوں نے کہ فقط مُنہ سے کہنے پر کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور وہ نہ آزمائے جائیں گے البتہ آزمایا تھا ہم نے اُن لوگوں کو جو پہلی امتوں کے تھے پس اب بھی بعد آزمائش کے اللہ ظاہر کر دیوے گا کہ کون سچے مسلمان ہیں اور کون جھوٹے ہیں ۔

جہاں تک مجھ کو علم ہے اس مقدمہ میں ہم لوگوں کی گرفتاری بھی سب منشار ایزدی اس آیت کے فقط سچے اور جھوٹوں کی نہ تھا اور آزمائش کے واسطے تھی ۔ ورنہ وعدۂ حق موجود ہے ۔ وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ۔ پس اگر یہ سبب آزمائش کا نہ ہوتا تو کبھی بھی سرکار انگریزی کے ہاتھ سے ہم کو صدمہ نہ پہنچتا اور بموجب منشار حدیث نبوی کے یبتلی الرجل علی حسب دینہ یعنی ہر آدمی بقدر استعداد اپنے ایمان اور دین کے آزمایا جاتا ہے ۔ اس مقدمہ میں بھی دعوے داران محبت باری تعالیٰ کو جن کو دعوے ایمان کا تھا بقدر استعداد اپنے ایمان کے جانچا گیا اور جھوٹے اور سچے سب ظاہر ہو گئے ۔ پس یہ کتاب گویا اس آیت مذکورہ بالا کی تفسیر سمجھنی چاہیئے ۔ لہٰذا میں بعد قائم کرنے اس تمہید کے اب اصل مقدمہ کو شروع سے اخیر تک بیان کرتا ہوں ۔ اگر ناظرین اس آیت اور حدیث کے مضمون کو برابر خیال رکھیں گے

Marfat.com

تو اُن کو اصل اسرارِ مکنونہ اس تواریخ کے خود بخود ظاہر ہوتے چلے جاوینگے لیکن ان کے سمجھنے کو ایمان درکار ہے۔ میں خود اپنی کم ظرفی اور بے استعدادی اور ضعیف الایمانی کے سبب سے اس مقدمہ میں ہزاروں اسرارِ مکنونہ کو سمجھ نہیں سکا۔

Marfat.com

باب (۱)

ابتدائے عشق

اخیر ۱۸۶۳ء مطابق سنہ ۱۲۸۰ ہجری سرحد غربی ہند پر ملک یاغستان میں خود سرکار انگریزی کی زبردستی سے ایک جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ جنرل چمبرلین صاحب اس جنگ کے سپہ سالار تھے۔ ابیلے کی گھاٹی میں جاکر فوج سرکار کو بہت تکلیف ہوئی۔ بیگانے ملک میں سرکار کی مداخلت بے جا کے سبب سے مُلّا عبدالغفور صاحب اخوند سوات بھی اپنے بہت سے مریدوں کو ساتھ لے کر آموجود ہوئے۔ ملکی خوانین اور افغان چاروں طرف سے اپنے بچاؤ کے واسطے مقابلہ سرکار پر ٹوٹ پڑے۔ قافلہ مجاہدین جن کی سرکوبی اور نیست و نابود کرنے کو ہماری سرکار چڑھی تھی الگ رہ گیا بلکہ بدعواے حفاظت خود اختیاری ہر کس و ناکس سرکار کے مقابل کھڑا ہوگیا۔ مجاہدوں نے بھی بہ تمناے حصولِ شہادت دادِ شجاعت دے کر اپنے جوہر دکھائے۔ غرض دو تین مہینے تک خوب جنگ ہوتی رہی۔ خود جنرل چمبرلین صاحب مجروح شدید ہوئے۔ قریب سات ہزار کے کشت و خون کی نوبت پہنچی۔ تمام پنجاب کی چھاؤنیوں کی فوج کھینچ کر سرحد پر بھیجی گئی۔

ادھر یہ گرما گرمی تھی ادھر لارڈ ایلجن صاحب وائسرائے ہند چمبے کے پہاڑ پر اپنی اس حرکت اور زبردستی چھیڑ چھاڑ پر نادم ہوکر یک بیک مر گئے

Marfat.com

ہندوستان بے گوتیرہ ہو گیا۔ ایسے نازک وقت میں ۱۱ دسمبر ۱۸۶۳ء مطابق
۲۸ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ ہجری کو ایک سوار پولیس متعینہ چوکی پانی پت
ضلع کرنال مسمی غزن خان نام ایک ولایتی افغان نے کسی ذریعہ سے میرے
حال سے واقف ہو کر اور ایسے وقت میں اپنی دنیوی بھلائی کا موقع جان کر
ایک بڑی لمبی چوڑی اور جھوٹی کیفیت خیر خواہانہ کے ساتھ بحضور صاحب
ڈپٹی کمشنر کرنال کے حاضر ہو کر یہ مخبری کی کہ یہ جنگ جو ہندوستانی مجاہدوں
کے ساتھ سرحد پر ہو رہی ہے۔ ان لوگوں کو محمد جعفر نمبردار تھانیسر روپیہ اور
آدمیوں سے مدد دیتا ہے۔ غرض ڈپٹی کمشنر کرنال نے یہ داستان سن کر
بذریعہ تار برقی ضلع انبالہ کو جس کی حدود ارضی کے اندر ہمارا شہر تھانیسر
واقع ہے خبر بھیج دی۔ ادھر مخبر مخبری کر کے باہر نکلا تھا کہ ادھر ہمارے
ایک دوست ڈپٹی کمشنر صاحب کرنال کی ملاقات کو ان کے بنگلے پر پہنچے
جن سے عند التذکرہ صاحب موصوف نے ذکر اس مخبری کا بھی کیا۔ جب بعد
انفراغ ملاقات کے یہ صاحب ہمارے دوست اپنے ڈیرے کو تشریف
لاتے تو انہوں نے مسمی کادا نام ایک اپنے نوکر سے جو میرا ہمسایہ تھا بطور
افسوس حال اس مخبری کا بیان کیا۔ مذکور یہ حال سن کر اسی وقت اس کی
خبر کرنے کو تھانیسر دوڑ پڑا۔ لیکن خوبی تقدیر سے کچھ زیادہ رات گئے یہ
شخص تھانیسر میں پہنچا اور سب سے پہلے میرے مکان پر آیا۔ مگر میں اس
وقت گھر کے اندر جا کر سو رہا تھا۔ وہ اس وقت رات کو ہمارا دروازہ بند اور
ہم کو سوتے دیکھ کر ایسے آرام کے وقت میں ہم کو تکلیف دینا مناسب نہ جان کر

Marfat.com

اپنے دل میں سوچا کہ فجر کہ خبر کر دوں گا۔ ادھر تقدیر اُس کو دروازے پر سے ہٹائے گئی۔ اب اِدھر انبالہ کی کیفیت سنیئے جب انبالہ میں یہ تار کی خبر پہنچی تو ایک وارنٹ میری خانہ تلاشی کا جاری ہوا اور کپتان پارسن صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ایک جماعت کثیر پولیس کی ساتھ لے کر راتوں رات میرے مکان پر پہنچے۔ یہاں قدرتِ الٰہی کا تماشا دیکھیئے۔ ایک ہی وقت میں دو آدمی کرنال سے مجھ کو خبر دینے کو اور دوسرا انبالہ سے میری خانہ تلاشی کو روانہ ہوئے۔ کرنال والا جو میرا خیر خواہ تھا پہلے پہنچا اور کچھ نہ کر سکا ؎

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
سوزنِ تدبیر گر ساری عمر سیتی رہیے

مگر یہ دوسرے صاحب بوقت تین بجے رات کے میرے گھر پہنچ گئے پہلے چاروں طرف سے میرے مکان کو گھیر لیا اور پھر مجھ کو باہر بلایا میں نے باہر جا کر دیکھا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس متعہ وارنٹ خانہ تلاشی کے میرے دروازہ پر موجود ہیں۔ اُنہوں نے اول مجھ کو وارنٹ دکھلایا بعدہٗ کہا کہ آپ اپنے مکان کی تلاشی دو۔ اس وقت میں سمجھا کہ دال میں کالا ہے۔ تب میں نے چاہا کہ اول تلاشی میرے گھر کے اندر کی ہو تو بہتر ہے تاکہ بیٹھک میں جو بلا کا بھرا ہوا خط رکھا ہے کسی طرح پولیس کے ہاتھ نہ آوے۔ لیکن ہونی کو ن روک سکتا ہے۔ باوجودے کہ صدر دروازے کے اندر داخل ہو کر میری دہلیز میں سزا سر اندھیرا تھا اور مکان بیٹھک کا جو اس دہلیز کے جانب شمال ہیں تو بھی سپرنٹنڈنٹ صاحب اسی بات پر مصر ہوئے کہ پہلے بیٹھک ہی کی

Marfat.com

تلاشی کی جاوے۔ اس وقت بیٹھک میں جانے کے واسطے دو دروازوں کا کھلوانا ضرور ہوا جو اندر سے بند تھے۔ میں نے چالاکی سے منشی عبدالغفور کا نام (جو اس کے اندر مع اور چند آدمیوں کے تھے) پکار کر بآواز بلند کہا کہ سپرنٹنڈنٹ تلاشی کے واسطے کھڑے ہیں تم جلد دروازہ کھول دو۔ اور اس کہنے سے میری یہ غرض تھی کہ کسی طرح وہ لوگ تلاشی کی بات سمجھ کر دروازہ کھولنے سے پہلے اس زہریلے خط کو چاک کر دیویں۔ اس میری پکار کو صاحب سپرنٹنڈنٹ سمجھ کر مجھ کو مانع بھی ہوئے مگر میں کہاں سنتا تھا۔ لیکن تقدیر پھاڑنے دیوے تو پھاٹا جاوے۔ اُن اندر والوں نے مارے گھبراہٹ کے میرے اشاروں کو کچھ بھی نہیں سمجھا اور دروازہ کھول دیا۔ اب بیٹھک میں تلاشی ہونے لگی۔ اور وہی خط جس کا ڈر تھا سب سے پہلے پولیس کے ہاتھ میں آیا اور اسی شام کو اس کی گرفتاری سے فقط چھ گھنٹے پہلے تقدیر نے وہ خط میرے ہاتھ سے لکھوا رکھا تھا۔ وہ خط امیر قافلے کے نام تھا۔ اور اس میں اصطلاحی لفظوں میں چند ہزار اشرفیوں کی روانگی کا ذکر تھا۔ اس کے سوا اور بھی چند خطوط پارسیہ آمد پٹنہ و مرسلہ محمد شفیع انبالوی پولیس کے ہاتھ لگ گئے گو ان خطوں میں کوئی ایسا مضمون مضر نہ تھا مگر اُن سے پولیس کو یہ پتہ مل گیا کہ محمد شفیع انبالوی اور اہل پٹنہ کی تلاشی اور تفتیش بھی ضروری کرنی چاہیئے۔ منشی عبدالغفور باشندہ ضلع گیا ملک بہار جو میرے ہاں محرری کا کام کرتے تھے اور عباس نام ایک بنگالی لڑکے کو بھی جو میری بیٹھک میں سوتے ہوئے ملے تھے پولیس پکڑ کر لے گئی۔ گو میری نسبت بھی پولیس کو شک قوی

Marfat.com

ہوگیا تھا لیکن بوجہ نہ ہونے وارنٹ گرفتاری کے اور بلا حصول منظوری گورنمنٹ کے جو ایسے مقدمات میں ہونا ضروری ہے اہل پولیس مجھ سے اس دم کچھ مزاحم نہ ہوئے۔

باب (۲)

فرار

جب پولیس میرے گھر سے چلی گئی تو یہ بات غور طلب ٹھہری کہ اس وقت مجھ کو کیا کرنا چاہیئے میں نے بخیال اس شہادت و ثبوت کے جو اُن کو میرے گھر سے مل گئے تھے اور اس غصہ کے وقت کو جو تازہ جنگ سرحد سے سرکار پر چڑھا ہوا تھا ٹال دینے کی غرض سے اس وقت اپنا فرار ہو جانا اور اس نامردی سے جان کو بچانا مناسب جانا۔ گو میں پولیس کی حراست میں نہ تھا مگر وے چاروں طرف میرا سراغ لگائے ہوئے تھے میں نے اپنی والدہ ماجدہ سے جو اس وقت زندہ موجود تھیں اور اپنی بیوی سے صلاح لے کر اور اُن کو اپنے فرار پر راضی پاکر یہ داؤ کھیلا کہ میں ۱۲ر دسمبر ۱۸۶۳ء کو اپنے شہر سے روانہ ہو کر اول موضع پیلی میں جہاں تحصیل اور تھانہ وغیرہ ہے آیا اور وہاں ملازمانِ تحصیل اور پولیس سے بھی رائے لی کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔ سب نے باتفاق یہ رائے دی کہ تم انبالہ کو جاؤ اور وہاں سے دریافت کرو کہ یہ کیا مقدمہ ہے اور کس نے یہ مخبری کی ہے

Marfat.com

غرض یہ سب صلاح اور مشورہ ظاہری ان سب سے کہہ کے میں بوقتِ شام براہ سڑک کلاں دہلی سے انبالہ کو روانہ ہوا۔ اس وقت بہت سے آدمی چشم محبت اور افسوس سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ جب میں ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چلا ہر کسی کو یقین ہو گیا کہ میں انبالہ کو جاتا ہوں، جب تک دن کی روشنی تھی میں برابر سڑک کو سڑک انبالہ کو چلا گیا کوئی ایک میل بھر رستہ چلنے کے بعد خوب تاریکی ہو گئی اور مسافر بھی دور دور تک نظر نہ آتے تھے اس وقت میں سڑک انبالہ کو چھوڑ کر جنگل کی راہ سے ایک معتبر جگہ پر اپنی زمینداری کی زمین میں تھانیسر کے متصل قریب ایک بجے رات کے پہنچ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا میں نے دیکھا کہ میری والدہ اور بیوی بچے اور میرا بھائی محمد سعید وغیرہ میری آخری ملاقات کے واسطے وہاں حاضر ہیں۔ خیر میں اپنی والدہ سے آخری ملاقات کر کے اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لے کر بسواری ایک عمدہ بہلی کے صبح ہوتے ہی ۲۲ کوس پانی پت پہنچا۔ میں پانی پت شہر کے اندر نہیں گیا سڑک پر سے اپنے بیوی بچوں کو رخصت کر دیا۔ اس وقت میں جس کسی سے رخصت ہوتا تھا مجھ کو اس زندگی میں اس سے دوبارہ ملنے کی امید نہ تھی۔ اس بہلی گڈ والہ سے میں نے کہہ دیا تھا کہ میری جورو بچوں کو پانی پت میں چھوڑ کر تم معہ بہلی جمنا پار چلے جانا۔ یہ بہلی معہ جوڑی بیلوں کے جو تین سو روپیہ سے کم قیمت کے نہیں ہیں ہم نے تم کو اس قیمت پر بخش دی کہ تم کسی شخص کو ہمارے بال بچوں کا پتہ نشان نہ دینا اور جب تک یہ شر گرم رہے تھانیسر کو نہ جانا۔ جس وقت ڈاک خانہ پانی پت کے سامنے میں ساری عمر کے واسطے اپنی جورو اور بچوں سے جدا ہوا اور میرا یکہ ان کے

Marfat.com

سامنے دہلی کو چلا وہ حادثہ قابل تحریر نہیں ہے۔ خیر وہاں بسواری یکہ دوسرے دن چالیس کوس دہلی میں پہنچ گیا اور میاں بھیر دین سوداگر کی کوٹھی میں ٹھہرا جہاں میاں حسینی ساکن تھانیسر اور حسینی ساکن پٹنہ اور عبداللہ نام ایک بنگالی سے میری ملاقات ہوئی یہ دونوں آدمی آخر الذکر پٹنہ سے کچھ اشرفیاں لے کر اسی دن آئے تھے میں نے وہ اشرفیاں ان سے لے کر حسینی ساکن تھانیسر کے حوالے کیے کے اس کو ہدایت کر دی کہ جیسے ممکن ہو اس بیت المال کو قافلہ تک پہنچا دو۔ بعد روانہ کرنے حسینی تھانیسر کے میں نے ان ہر دو آدمی زر کو اپنے ساتھ یورپ کو واپس لے جانا چاہا۔ کیونکہ بوجہ درپیش معرکہ ابیلا اور میری خانہ تلاشی کے ملک پنجاب میں امن نہ رہا تھا۔ اور ان ایام میں میری عمر قریب پچیس برس کے تھی اور جوش مذہبی بھرا ہوا تھا۔ شیب و فراز زمانہ کا کچھ خیال نہ تھا۔ یہ دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ یہ خدا کا کام ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا اس سبب سے اس وقت تک میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اس واقعہ کے سبب سے اس طرف میری تلاش کو کوئی نہ آئے گا۔ میری تلاش انبالہ اور اس کے مغرب میں ہو گی۔ اس خیالی حکمت پر دہلی پہنچکر میں نے اپنے مخفی رکھنے کے واسطے کوئی احتیاط نہ کی۔ میں خود اپنے معمولی لباس میں ایک شکرم کرایہ کرنے کو چاندنی چوک تک گیا اور پھر پندرھویں دسمبر کو کھلم کھلا ہم تینوں آدمی بسواری شکرم علی گڑھ کو روانہ ہو گئے۔ راہ میں گاڑی ہانکنے والوں کو بہت سا انعام و اکرام دے کر چاہا کہ کسی طرح جلدی سے علی گڑھ پہنچکر ریل پر سوار ہو جاؤں کیونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ میں ایسی چال سے آیا ہوں کہ شاید مدت تک میری تلاش کو کوئی اس طرف کو نہ آوے گا۔ میں اپنی خام خیالی

Marfat.com

سے اپنی تدبیر پر ایسا نازاں تھا کہ تقدیر کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ اب مجھ کو یہیں چھوڑ کر پولیس انبالہ کی کارروائی کو سنیئے۔

بارہویں دسمبر کو جب سپرنٹنڈنٹ پولیس میرے خطوط اور آدمیوں کو جو میرے گھر سے ملے تھے انبالہ کو لے گئے تو اُن کو دیکھ کر بعد حصول منظوری گورنمنٹ میری گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، وہی پارسن صاحب دوسرے دن میری گرفتاری کا وارنٹ لے کر تھانیسر آیا اور مجھ کو وہاں نہ پاکر شہر میں آفت مچا دی بیسیوں گھروں کی تلاشی ہوئی پچاسوں مرد عورت پکڑے گئے میری بوڑھی والدہ اور میرے بھائی محمد سعید کو جو اس وقت صرف بارہ تیرہ برس کا تھا اور اُس کی بیوی کو قید کر کے اُن پر سخت عذاب اور مار پیٹ شروع کی اور ایسا ظلم اور بے عزتی عورات پردہ نشین کی ہوئی کہ جس کو سُن کر دل کانپ جاتا ہے۔ میری بیوی کے پکڑنے کو بھی کو ایک دوڑ پانی پت کو گئی مگر مولوی رضی الاسلام صاحب کی جوانمرد والدہ کی دلیری سے میری عورت بچ گئی خیر ان مار کھانے والوں میں ایک میرا بھائی محمد سعید نہایت کم سن اور لذت ایمانی اور ثابت قدمی سے سراسر بے بہرہ تھا، اس سخت مار پیٹ کو نہ اُٹھا سکا اور ڈر گیا اور اپنی جان بچانے کے واسطے بول اُٹھا کہ میرا بھائی دہلی کو گیا ہے۔ یہ خود میری غلطی تھی کہ ایسے اہم راز پر ایک نابالغ بچہ کو آگاہ کر دیا تھا جس کا نتیجہ میری گرفتاری ہوئی۔ اسی وقت پارسن صاحب میرے بھائی کو ساتھ لے کر سواری ڈاک دہلی پہنچا۔ اُدھر پنجاب میں میری جابجا تلاش شروع ہوئی دس ہزار روپیہ کا اشتہار میری گرفتاری کے واسطے جاری ہوا۔ کیمپ انبالہ میں محمد شفیع کے مکان

Marfat.com

کی بھی تلاشی ہوئی۔ اتفاق سے اُس وقت محمد شفیع لاہور میں موجود تھے یہاں ان کے بھائی محمد رفیع اور مولوی محمد تقی و منشی عبدالکریم کے کاغذ سے گرفتار کیئے گئے اور اُن کو ڈرایا گیا کہ اگر تم سب حال نہ بتلاؤ گے تو تم کو پھانسی دی جائیگی جان کے ڈر سے محمد رفیع حقیقی بھائی محمد شفیع کے اور مولوی محمد تقی صاحب بڑے پٹوانے کاغذ سے اور واعظ جامع مسجد محمد شفیع پر گواہ ہو گئے اور جو پولیس نے اُن کو سکھلایا سو گواہی دے کر اپنی جان بچائی اور منشی عبدالکریم جنہوں نے حسب تعلیم پولیس گواہی نہ دی تھی بلا قصور محمد شفیع کے ساتھ دائم الحبس ہو گئے۔ ادھر پارسن صاحب نے دہلی میں پہنچکر آفت مچا دی۔ سراؤں اور شہر کے دروازے بند کر دیئے ہزاروں آدمیوں کی تلاشی ہوئی۔ پچاسوں آدمی پکڑے گئے۔ انہی پکڑے دھکڑے میں پارسن صاحب کو یہ پتہ مل گیا کہ میں فلاں مشکدم میں سوار ہو کر فلاں وقت معہ دو دوسرے آدمیوں کے علی گڑھ کو گیا ہوں۔ تب اُسی دم بذریعہ تار برقی میری گرفتاری کے واسطے علی گڈھ توجہ دی گئی۔

باب (۳)

گرفتاری

۱

خوبی تقدیر سے علی گڈھ میں جو میرے گھر سے قریب دو سو میل کے ہے عین میرے وہاں پہنچنے کے وقت یہ خبر تار پہنچی تو اُسی وقت برلب سڑک پولیس نے آکے ہم کو گھیر لیا اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ علی گڈھ کے بنگلے پر لے گئے

Marfat.com

اُس نے ہم کو مجسٹریٹ صاحب کے پاس بھیجدیا جہاں سے میں اور میرے دونوں ہمراہی تا آنے جواب ثانی تار کے حوالات میں رکھے گئے۔ اُسی دن شام کو جب میں تیمم کر کے نماز پڑھ رہا تھا پارسن صاحب وہاں پہنچ گئے اور مجھ کو قید میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ اس کو پھانسی گھر میں بڑی حفاظت کے ساتھ بند کر دو۔ اسی دم میں ایک بڑی کوٹھری تنگ و تاریک میں بند کیا گیا۔ اور دو تین پہرے اس کے چوگرد مقرر کر دیے گئے۔

اب پھانسی گھر میں بند ہو کر مجھ کو عقل آئی کہ یہ فرار اور فخر تدبیر خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تھا۔ اور پھر میں آخر تک دیکھا رہا کہ اس فرار سے یہ تقدمہ بہت بھاری ہو گیا تھا اور چونکا لیف مجھ کو یا میرے عزیزوں اور دوستوں کو پہنچی وہ سب اسی فرار نابکار کا ثمرہ تھا۔ عاشقی کر کے جانچ کے وقت میدان سے بھاگ جانا صادقوں کا کام نہیں ہے۔ بقول حافظ ؎

بیگانہ را چہ کار بود در بلائے غم
آں را رسد کہ خاص بود آشنائے ما

جب بوقت شب بمقام علی گڈھ مجھ کو پہرہ والوں نے پوچھا کہ پھانسی والے مجرم پر بھی صرف ایک پہرہ ہوتا ہے تم ایسا کیا قصور کر کے آئے ہو کہ جس سے تم پر تین پہرے لگائے گئے۔ میں نے کہا کہ میں جس شخص کا غلام تھا اُس کے حکم کے بھاگ آیا ہوں اس واسطے وہ غصہ ہے اور مجھ کو راہ سے پکڑوا لیا۔ سب سے پہلے جیل کا کھانا مجھ کو اس جیل میں ملا۔ دو روٹی اور تھوڑا سا ساگ میرے حوالے کیا گیا۔ ساگ میں تو سوائے موٹے موٹے ڈھنٹھلوں کے پتی کا

Marfat.com

نام نہ تھا جن کا چبانا بھی دشوار تھا۔ روٹیوں میں تریب جو تھائی کے برادہ مٹی ملی تھی۔ خیر خدا کا شکر کر کے تھوڑا بہت اُس میں سے کھایا۔ پھر اس کے بعد اکثر جیل خانوں میں میں نے وقتاً فوقتاً رہ کر دیکھا تو سب جگہ قیدیوں کا کھانا ویسا ہی پایا کیونکہ قیدیوں کو دراصل خوراک کم ملتی ہے جس سے اُن کا پیٹ نہیں بھرتا اور جب اُن کو گیہوں پیسنے کے واسطے دی جاتی ہے تو وہ مارے بھوک کے سیروں گیہوں چبا جاتے ہیں یا کچا آٹا پانی میں گھول کر پی لیتے ہیں اور آٹے کا وزن پورا کرنے کے واسطے آٹے میں مٹی یا بالو ملا دیتے ہیں اور اسی طرح جو عمدہ ترکاری جیل کے باغوں میں پیدا ہوتی ہے اُس کو تو فروخت کر دیتے ہیں یا جیل کے عہدہ دار کھا جاتے ہیں نا کارہ ڈنٹھل جن کو جانور بھی نہ کھا دیں گنڈاسوں سے کاٹ کوٹ کر قیدیوں کے واسطے پکا دیتے ہیں، وہ بھوکے اسی کو غنیمت جان کر ہاتھوں ہاتھ اُڑا جاتے ہیں۔ گو نو آمد قیدیوں کو دو ایک دن اس کے کھانے میں ایذا ہوتی ہے۔ مگر جب عذاب الجوع اُن پر مسلط ہوتا ہے تو پلاؤ قورمے سے بھی زیادہ اُس میں مزہ پاتے ہیں اور کھا جاتے ہیں کیونکہ دنیا میں اصل مزا بھوک کا ہے۔

باب (۴)

امتحانِ عشق

دوسرے دن پارسن صاحب ہم تینوں آدمیوں کو ساتھ لے کر خوشی خوشی بسواری شکرم دہلی کو روانہ ہوا۔ شکرم میں سوار کرنے کے پہلے مجھ کو بیڑی ہتھکڑی کا

Marfat.com

طوق پہنا کر اور طوق میں بطور باگ ڈور ایک اور زنجیر ڈال کر اور اُس کا سرا ایک مسلح سپاہی پولیس کے ہاتھوں میں دے کر اُس کو میرے پیچھے بٹھایا اور پارسن صاحب اور دوسرا انسپکٹر پولیس میرے داہنے بائیں بھرے ہوئے پستول کی جوڑیاں لے کر اور میرے بدن سے بدن ملا کر بیٹھ گئے۔ اس کے سوا پارسن صاحب بار بار مجھ کو راہ میں کہتا ہوا آتا تھا کہ اگر تم ذرا بھی حرکت کروگے تو میں اس تمنچے سے تم کو مار دوں گا۔ علی گڑھ سے چل کر دہلی تک کھانا پینا تو درکنار کسی سخت ضروری حاجت کے واسطے بھی ہم نہ اُتارے گئے جب نماز کا وقت آتا تھا تو میں طلب اجازت تیمم کر کے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز پڑھ لیتا تھا اور گاڑی بدستور چلی جاتی تھی اور وہ چپ چاپ میری نماز کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ آخر بصد مصیبت اس حال سے لوہے میں جکڑے ہوئے ہم دہلی میں داخل ہوئے جہاں سے جا کر زیر بنگلہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس دہلی کے ہم کو ایک تہ خانہ میں زندہ درگور بند کر دیا دوسرے دن دہلی سے کرنال اور پھر کرنال سے انبالہ ہم کو لے گئے۔ جب ہم انبالہ میں پہنچے بہت رات جا چکی تھی اسی طرح سے آب و دانہ ہم تینوں آدمیوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے تین پھانسی گھر وں میں بند کر دیا جہاں ہم شروع اپریل تک برابر بند رہے۔ دوسرے دن فجر کے وقت پارسن صاحب سپرنٹنڈنٹ اور میجر ٹنگفیل صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس اور کپتان ٹائی صاحب ڈپٹی کمشنر انبالہ مثل یاجوج ماجوج کے میری کوٹھری میں آئے اور مجھ سے کہا کہ تم اس مقدمہ کا سب حال بتلا دو تمہارے واسطے بہت بہتر ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس وقت پارسن

Marfat.com

صاحب نے مجھ کو پہلے بہت دھمکایا اور پھر مارنا شروع کیا جب میری مار حد کو پہنچی اور میں گر پڑا تو ٹائی صاحب اور ونکفیل صاحب گھڑی سے باہر کھڑے ہو گئے اور جب اس قدر مار پر بھی میں نے کچھ نہ بتلایا تو وہ سب کے سب اس دن مایوس ہو کر چلے گئے۔ میں نے جب یہ کیفیت ظلم و تعدی کی دیکھی تو مجھ کو یقین ہو گیا کہ اب مجھ کو یہ لوگ زندہ نہ چھوڑیں گے میرے ذمے کچھ رمضان کے روزے باقی تھے دوسرے دن سے میں نے ان کی قضا رکھنی شروع کر دی

دوسرے دن جب میں روزے سے تھا علی الصباح پارسن صاحب پھر آیا اور وہی کارروائی شروع کی اگر تھوڑی دیر کے بعد مجھ کو اپنی بگھی میں بٹھلا کر ٹائی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر لے گیا۔ جہاں پر دونوں صاحب یعنی ٹائی صاحب اور میجر ونکفیل صاحب بھی موجود تھے اس دن انہوں نے میری بڑی چاپلوسی کی اور کہا کہ ہم تحریری عہد کرتے ہیں کہ اگر تم دوسرے شریر کار اور مجاہدین جہاد کو بتلا دو تو تم کو سرکاری گواہ کر کے رہا کر دینے کے سوا بڑا عہدہ بھی دیویں گے اور بصورت نہ بتلانے کے تم کو پھانسی ہو گی۔ میں نے اس چاپلوسی پر بھی انکار کیا تو پھر پارسن صاحب ان دونوں سے انگریزی میں کچھ باتیں کر کے مجھ کو ایک الگ کمرے میں لے گیا۔ جہاں لے جا کر پھر مارنا شروع کیا۔ میں کہاں تک لکھوں آٹھ بجے صبح سے آٹھ بجے رات تک مجھ پر اس قدر مار پیٹ ہوئی کہ شاید کسی پر ہوئی ہو لیکن بفضل الٰہی میں سب سہار گیا۔ مگر اپنے رب سے ہر دم دعا کرتا جاتا تھا کہ اے رب یہی وقت امتحان کا ہے تو مجھ کو اس وقت ثابت قدم رکھیو۔ جب وہ ہر طرح مایوس ہو گئے تو لاچار بعد آٹھ بجے رات کے

مجھ کو جیل خانہ کو واپس بھیجدیا۔ میں تمام دن روزے سے تھا بنگلہ سے باہر نکل کر درخت کے پتوں سے روزہ افطار کر لیا اور جیل میں پہنچ کر جو تیرے حصہ کا کھانا رکھا تھا اُس کو کھا کر اور شکر الٰہی کر کے سو رہا۔ جس دن میں ٹائی صاحب کے بنگلہ پر اس مار پیٹ کی لذت بنگلہ کے اندر اُٹھا رہا تھا اُس وقت منشی حمید علی صاحب تھانیدار تحصیل دار ترائن گڈھ صرف اس قصور پر کہ اس نے میری گرفتاری سے چند برس پہلے اپنے کسی دنیوی معاملہ میں مجھ کو ایک خط لکھا تھا اور بعض عملہ کچہری نے جو اس کے دشمن تھے اُس خط کے معنی غلط بیان کر دیے تھے جس پر وہ غریب معزز عہدہ دار معطل ہو کر باہر برآمدہ میں غمگین بیٹھا۔ میں اس کا غمگین چہرہ دیکھ کر اپنی تکلیف بھول گیا اور یہ خیال دل میں آیا کہ مجھ منحوس نالائق کو فقط ایک خط لکھنے پر یہ بیچارہ بے گناہ بھی پکڑا گیا۔ اگر اس کے بدلے بھی مجھ کو ہی سزا ہو جائے اور یہ رہا ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ میں اپنی اس حالتِ زار میں اُس کے واسطے بہت دعا کرتا رہا۔ فضلِ الٰہی سے وہ ناکردہ گناہ آخر بری ہو کر پھر اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا اور اب تک اول درجہ کا عہدہ دار ملک پنجاب میں ہے۔ اس تاریخ کے بعد پھر مجھ کو کبھی شاہد ہونے کی ترغیب نہیں دی گئی۔

باب (۵)

گواہ گردی

جب میری طرف سے قطعی مایوسی ہو گئی۔ تو محمد رفیع اور مولوی محمد تقی کو

58898

Marfat.com

جو میری طرح سے قید میں تھے مخبر بنا کر رہا کر دیا۔ انہیں کے بیان سے بے چارہ محمد شفیع جس کو اس مقدمہ سے بہت تھوڑا تعلق تھا لاہور سے پکڑا آیا۔ پھر انہیں کی راہبری سے پارسن صاحب پٹنہ کو گیا۔ جہاں الیشری پرشاد نام ایک ملازم پولیس اور مسٹر ٹیلر سابق کمشنر پٹنہ جو ۱۸۵۷ء میں مولوی حمید اللہ صاحب غیرہ موحدوں کو بے قصور نظر بند کرنے کے قصور میں برخاست ہو گیا تھا۔ اس کے مدعا ہو گئے جن کی غیبت سے اس نے مولوی یحییٰ علی صاحب اور مولوی عبدالرحیم صاحب والہی بخش و میاں عبدالغفار کو گرفتار کر کے انبالہ کو بھیجدیا۔ اور پھر پارسن صاحب بنگال کو گیا۔ جہاں جگہ جگہ بہت لوگوں کو گرفتار کیا۔ اکثر لوگ تو لاکھوں ہزاروں روپیہ خرچ کر کے رہا ہو گئے اور بہتوں کو پھانسی دینے کی دھمکیاں دے کر گواہ بنا لیا۔ صرف ایک قاضی میاں جان ساکن کمارکھلی ثابت قدم رہے۔ جو گرفتار ہو کر انبالہ کو آئے۔ بصیر الدین و علاؤالدین سوداگران دہلی اور بہت سے دوسرے لوگ دہلی سے بھی گرفتار ہو کر آئے۔ پشاور سے لے کر مشرقی و شمالی کنارہ بنگال تک شائد کوئی مالدار مسلمان یا مولوی و نمازی باقی رہا جس کو ایک دفعہ پولیس نے پکڑ کر بقدر وسعت اس کے اپنا ہاتھ گرم نہ کر لیا ہو۔ غرض اس جھوکے میں دسمبر سے اپریل تک بڑی پکڑ دھکڑ رہی صدہا آدمیوں کو ڈرایا اور سکھلا کر گواہ بنا لیا۔ اس پارسن گردی کے دورہ میں وہ بے چارہ حسینی تھانیسری بھی جیب دہلی سے اشرفیاں لے کر لوٹا چلا آتا تھا۔ پکڑا گیا اور کل اشرفیاں ضبط کرا کے بے قصور ہمارے ساتھ ہی دائم الحبس ہو گیا۔ اس مقدمہ میں ہم نے دیکھا کہ بڑے بڑے صاحب لوگوں نے قانون و آئین سب طاق پر

Marfat.com

رکھ دیا تھا اور الیشری پرشاد وغیرہ ہندو مسلمان نے اپنے فائدے کے واسطے
اس مقدمہ کو رسّی سے سانپ اور رائی سے پہاڑ بنا دیا اور ہم لوگوں کو بناکر نپولین یا
مہدی سوڈانی سا فرضی دشمن دولت انگلشیہ کا ٹھہرا کر اپنا مطلب نکالنا چاہا چنانچہ
الیشری پرشاد وغیرہ جو نہایت ادنیٰ عہدے پر تھے۔ ڈپٹی کلکٹر وغیرہ ہو گئے۔ اور
بڑی بڑی زمینداری اور جاگیر دھوکہ دے کر سرکار سے لے لی اور غزن خاں مخبر نے
تو ایک محض جھوٹا قصہ اپنے بیٹے کے قافلہ کو بھیجنے کا گھڑ کر ایک دو گاؤں جاگیر
سرکار سے لے لیے اور اخیر ۱۸۶۳ء سے دس برس تک برابر ہندوستان کے
مسلمانوں پر قیامت برپا رکھی۔ صدہا مسلمان مارے خوف کے گھر بار چھوڑ کر عرب
وغیرہ ملکوں میں جا بسے خود غرضوں اور خوشامدیوں اور ہمارے مدعی اور دشمنوں
نے خوب دل کے چاؤ نکالے۔ دس برس تک اخباروں میں سوائے اس قصہ
اور بحث کے کوئی دوسری بات کم ہوتی تھی۔ ایک محکمہ معہ گواہ شاہدوں کے
اس دار و گیر کے واسطے برسوں تیار رہا جس کو چاہا پکڑ لیا اور جو چاہا رشوت لے
لی اور جس نے نہ دی اس پر ان معمولی گواہوں سے گواہی دلا کر دائم الحبس کر دیا
چمبرلین صاحب اس دار و گیر وہابیوں کے کمشنر ہوکر راولپنڈی اس کا صدر مقام
ہوا۔ چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جو ایک نامی خیر خواہ دولت
انگلشیہ کے ہیں واسطے خدمت گوئندہ گری وہابیوں کے دہلی سے راولپنڈی
طلب ہوئے لیکن ابھی کچھ کارروائی شروع نہ ہوئی تھی۔ کہ اس احکم الحاکمین
اور سریع الانتقام کو یہ کارروائی ظلم اپنے برگزیدہ بندوں پر پسند نہ ہوئی۔
یہ اجلاہ وار دات موت ناگہانی خود چمبرلین صاحب کی اس دربار عالی میں طلبی ہوگئی۔

Marfat.com

اُن کے مرنے کے بعد پھر کسی دوسرے صاحب کو اس خدمت خطرناک کے قبول کا حوصلہ نہ ہوا۔ تو پھر وہ محکمہ ہی ٹوٹ گیا۔ اور غریب مسلمان بوجہ اس تائید غیبی کے اس آفت ناگہانی سے محفوظ رہے۔ اور مولوی نذیر حسین صاحب جن پر واسطے اظہار نام کل ممبران اہل حدیث باشندگان ہند کے جبر کیا جاتا تھا رہا ہوکر اپنے گھر کو واپس آگئے اور ان خود غرضوں نے اُن سو دو سو فقیران ساکنان ملک غیر کا ڈر اور رعب ہماری ایسی بہادر اور دانا سرکار کے دل پر اٹھا جمایا اور اس میں ایسا مبالغہ کیا کہ گویا سلطنت انگریزی کا قلع قمع کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ اور جس قدر اس کا اثر ہماری فاتح قوم پر ہوا ہے۔ وہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں کیسے رسی کا سانپ اور رائی کا پہاڑ بنایا گیا ہے۔ اور کن کن لایعنی دلائل سے فاتح اور مفتوح میں عداوت ثابت کی ہے اور طرہ یہ کہ علی العموم بلا تخصیص تمام ہند کے مسلمانوں پر حملہ کیا ہے۔ حالانکہ اس تحریر کے بعد بڑے بڑے موقعوں پر ہند کی خیرخواہی و خیرسگالی ثابت ہوکر وہ کتاب جو بوجہ فاتح اور مفتوح کے دلوں کو بگاڑنے والی ہے قابل اعتبار نہیں رہی ہے۔ اور مولوی سید احمد بہادر سی۔ ایس۔ آئی نے شروع ہی میں بڑے دلائل سے اس خیالی پلاؤ ڈاکٹر ہنٹر کو رد کرکے اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ اور ہر دعوی کو اصول ہی سے غلط ثابت کر دیا ہے مگر تو بھی اس کتاب ڈاکٹر ہنٹر کا جادو ابھی تک اکثر انگریزوں کے دلوں پر ہے۔ جو وہابیوں کو اپنا جانی دشمن جانتے ہیں۔ اور اگرچہ ابتدائے عملداری پنجاب سے افغانوں نے صدہا بڑے

Marfat.com

بڑے معزز انگریزوں اور میم اور بچوں کو بلکہ گورنر جنرل تک کو مار ڈالا اور ابھی تک جہاں موقع پاتے ہیں۔ اپنی وحشیانہ حرکت سے باز نہیں آتے اور اُن کے مولویوں نے عام فتوٰی دے رکھا ہے کہ انگریز کا مارنا بڑا ثواب ہے۔ مگر تو بھی انگریز افغانوں کو اپنا اس قدر دشمن نہیں جانتے جس قدر وہابیوں کو ڈاکٹر ہنٹر کی بدولت اپنا دشمن فرض کر رکھا ہے۔ حالانکہ ابتدائے عملداری سرکار سے وہابیوں سے قتلِ انگریز تو درکنار کبھی کوئی حرکت خلافِ تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی۔ عین بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت اور فساد کے وہابیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا۔ مگر ڈاکٹر ہنٹر کے جادو نے دونوں قوموں کے درمیان براہِ تعصب سخت دشمنی اور نفرت پیدا کر رکھی ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ان پچیس برس گذشتہ کے تجربوں اور وہابیوں کی خیر خواہی نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اس خیالی پلاؤ کو از سر تا پا دروغ ثابت کر دیا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسبِ سفارش گورنمنٹ پنجاب جس کے علاقہ کے وہابی جملہ رعایا ہند پر خیر خواہی سرکار میں سبقت لے گئے۔ یہ لقب وہابی جو ان کا عطیہ خطاب تھا بحکم گورنمنٹ ہند سرکاری تحریرات میں یک قلم لکھنا بند ہو گیا اور آئندہ سے یہ لوگ اپنے پرانے نام محمدی یا اہل حدیث سے پکارے جایا کریں گے اور میں دیکھتا ہوں کہ بوجہ اس قدر دانی گورنمنٹ کے یہ لوگ اس قدر گورنمنٹ کے ہوئے ہیں۔ کہ اگر موقع آپڑے تو سرکار ابد پائیدار پر اپنی اپنی جان نثار کر دیویں۔

Marfat.com

باب (۶)

مقدمہ

آمدم بر سر مطلب دسمبر سے اپریل تک یہ سب دار و گیر ہو کر ماہ اپریل مجسٹریٹی ضلع انبالہ میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور ہم سب لوگوں کو پھانسی گھروں سے نکال کر کچہری میں لے گئے اس وقت معلوم ہوا کہ میرا حقیقی بھائی محمد سعید میرے اوپر اور محمد رفیع حقیقی بھائی محمد شفیع کا اس کے اوپر پھانسی کی دھمکی سے گواہ ہو گئے اور اسی کارروائی سے پچاس ساٹھ آدمی جن میں اکثر نوکری ملا تھے ہمارے اوپر گواہ بنائے گئے۔ لیکن اکثر گواہی دیتے وقت بھی ہماری طرف دیکھ کر زار زار روتے بھی جاتے تھے۔ مگر بے بس۔ اگر گواہی نہ دیویں تو قطع نظر مار پیٹ کے پھانسی کا سامنا تھا۔ اور یہ سب گواہ تا ادائے شہادت محکمہ سشن کے مثل قیدیوں کے زیر حراست پولیس رکھے گئے تھے اور پولیس ہی سے ان کو عمدہ خوراک اور لباس ملتا تھا۔ چنانچہ لاکھوں روپیہ سرکار کا ان بے جا کارروائیوں میں صرف ہو گیا۔ اور مار پیٹ کی تو یہ حالت تھی کہ عباس نام ایک لڑکا جو مدت تک میرے گھر میں رہ کر پرورش پایا تھا جب مجسٹریٹی میں گواہی دیتے وقت مجھ کو دیکھ کر مارے محبت کے جھوٹا اور آموختہ بیان میرے اوپر کرنے سے ہچکچایا تو اسی روز رات اس کو ایسی سزائے سخت دی گئی کہ وہ بچہ اسی صدمہ سے قبل از در پیشی مقدمہ سشن کے مر گیا مگر رفع بدنامی

Marfat.com

کے واسطے پارسن صاحب نے اس کا مرنا کسی مرض سے مشہور کر دیا تھا جس دن ہم اول روز مجسٹریٹی میں حاضر کیے گئے تو میرا بھائی بھی بزمرۂ گواہان زیر حراست پولیس تھا۔ اس نے مجھ کو بذریعہ ایک سپاہی پولیس کے یہ خبر بھیجدی کہ مجھ کو پولیس نے مار پیٹ کر تمہارے اوپر گواہ بنالیا ہے۔ سو اب جس وقت پر سر اجلاس میرے اظہار تحریر ہوں گے۔ تو میں اپنے اس بیان سے جو مار پیٹ کر لکھایا ہے پھر جاؤں گا۔ اس کے جواب میں میں نے اس کو کہلا بھیجا کہ میری قید اور رہائی کچھ تمہارے بیان پر موقوف نہیں ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تمہارا اظہار خلاف ہوا ہے تو اب اس سے پھر جانے پر بجرم دروغ حلفی تم کو سزا سخت ہو جاوے گی۔ میں تو پہلے سے پھنسا ہوا ہوں تمہارے پھنس جانے سے والدہ ضعیفہ صدمہ کھا کر ہلاک ہو جاوے گی۔ اس واسطے بہتر ہے کہ جو تم نے پہلے لکھایا ہے وہی اب بھی بیان کرو لیکن باایں ہمہ جب اس کا اظہار میرے سامنے ہونے لگا تو وہ پہلے اظہار سے منکر ہو گیا۔ صاحب لوگ بر سر اجلاس اس کا انکار سن کر اول تو بڑے غصے ہوئے مگر بوجہ اس کی صغر سنی کے اس کو کچھ سزا نہ دے سکے۔ اس کا نام گواہوں سے کاٹ کر اس کو نکال دیا۔ کثرت گواہوں کے سبب سے ایک ہفتہ تک فقط یہی مقدمہ کچہری مجسٹریٹی میں پیش ہوتا رہا۔ صاحب لوگوں کا تعصب ہم لوگوں سے یہاں تک تھا کہ جب بروقت دریں پشی مقدمہ کے ہم نے یہ درخواست کی کہ ہماری نماز کا وقت آگیا ہے ہم کو نماز پڑھنے کی اجازت بخشی جاوے تو یہ اجازت بھی ہم کو نہ دی گئی۔ مگر وہ ہمارا کیا کر سکتے تھے ہم نے عین دوران مقدمہ میں

Marfat.com

تیمم کر کے بیٹھے ہوئے اشاروں سے نماز پڑھ لی۔ ایک ہفتہ کی کارروائی کے بعد ہمارا مقدمہ سپرد سشن ہوا اس وقت تک ہم پھانسی کے گھروں میں علیحدہ علیحدہ قید رکھے بعد سپردگی سشن کے ہم سب کو ایک جگہ حوالات میں بند کر دیا اب بعد ایک مدت کے تنہائی اور چلہ کشی کے جو ہم سب دوست ایک جگہ جمع ہوئے تو بڑی خوشی ہم لوگوں کو ہوئی۔ میں تو سعدی کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتا تھا۔ ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں
بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

مگر ایک مدت دراز چار ماہ تک کے تخلیہ اور تنہائی سے بھی ہم لوگوں کو بہت روحانی فائدہ ہوا تھا۔ انوار الٰہی آئینہ صافیہ قلب میں خوب محسوس ہوتے تھے۔ نماز روزے میں کمال لذت حاصل ہوتی تھی کہ شاید وہ کیفیت برسوں چلہ کشی اور گوشہ نشینی میں بھی حاصل نہ ہوتی۔ اس وقت مولوی یحییٰ علی صاحب کی صحبت ایک مغتنمات سے تھی مگر محمد شفیع اور عبدالکریم یہ دونوں آدمی کسی قدر کشیدہ خاطر رہا کرتے تھے باقی ہم تو آدمی اس حوالات میں بھی نہایت شاداں اور فرحاں تھے۔ اور یہ خاکسار تو جب اپنی قلیل النسبی اور کم علمی پر خیال کر کے انعاماتِ الٰہی اور اس سرفرازی کو جو میرے حال بد مآل پہ مبذول تھی مقابلہ کر کے دیکھتا تو سمجھتا تھا کہ میری مثل ٹھیک ایسی ہے کہ جیسے کسی چمار کے سر پہ بلا واسطہ و سفارش و بلا استحقاق و لیاقتِ ذاتی کے تاجِ شاہی رکھ دیا جاوے۔ میں اور میرا حسب نسب اور لیاقت کہاں اور

Marfat.com

یہ سرفرازی خدا کے راہ میں امتحان ہو کر ثابت رہنے کی کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ایسے امتحانوں میں پیغمبر اور صحابہ لوگ بھی گھبرا جاتے تھے۔ اس صبر اور استقلال کے انعام کو خیال کر کے اوّل سے آخر تک میری زبان پر تو شکر ہی شکر جاری رہا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب کی کیفیت اس سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر تھی وہ اکثر اس رباعی کے مضمون کو ادا کرتے تھے ؎

لست ابالی حین اقتل مسلما — علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشأ — یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ: نہیں پروا کرتا ہوں میں جب کہ مارا جاؤں میں مسلمان کسی کروٹ پر ہو پھر کر جانا میرا طرف خدا کی اور یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اگر چاہے برکت دیوے اوپر ملا دینے ٹکڑوں پراگندہ کے"۔ اور یہ وہ رباعی ہے۔ جب حضرت خبیب رضؓ ایک صحابی کو کفار مکہ پھانسی دینے لگے۔ اس نے نہایت جوانمردی سے یہ رباعی پڑھ کر راہ خدا میں جان دی اور شہید ہوا۔ اور اس کی موت کی خبر اور اس کا سلام خود جبرئیل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں پہنچایا تھا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب بڑے درد اور عشق سے یہ شعر بھی اکثر سید صاحب کے فراق میں پڑھا کرتے تھے ؎

اپنا پیغام درد کا کہنا جب صبا کوئے یار سے گذرے
کونسی رات آپ آئیں گے دن بہت انتظار میں گذرے

کچھ عرصہ کے بعد آخر اپریل میں یہ مقدمہ باجلاس میجر ایڈورڈس صاحب محکمہ سشن میں پیش ہوا۔ وہاں بھی ایک ہفتہ تک روبکاری ہوتی رہی محمد شفیع

Marfat.com

اور عبدالکریم کی طرف سے مسٹر گڈال ایک بیرسٹر محکمہ مجسٹریٹی میں وکیل اور پیروکار تھے اور جب یہ مقدمہ کچہری سشن میں پیش ہوا تو مولوی محمد حسن صاحب اور مولوی مبارک علی صاحب نے جو پٹنہ والوں کی طرف سے پیروکار تھے مسٹر پلوڈن نام ایک دوسرے وکیل کو بلایا۔ یہ وکیل بڑا جہاں دیدہ اور فہمیدہ ایک مسن آدمی تھا۔ جب پلوڈن صاحب اپنا مختار نامہ لے کر عدالت میں ہمارے دستخط کرانے کو آیا تو مولوی عبدالرحیم صاحب مولوی یحییٰ علی صاحب و الٰہی بخش سوداگر و حسینی و قاضی میاں جان صاحب و عبدالغفار صاحب و منشی عبدالغفور آٹھ مدعا علیہم نے اس پر دستخط کر دیے۔ مگر میں نے اپنے دستخط نہیں کیے اور کہا کہ میں وکیل ہوں اپنی جواب دہی آپ کر دوں گا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب اس تقرری وکیل اور بربادی روپیہ سے راضی نہ تھے بلکہ اگر دوسرے لوگ ان کو نہ روکتے تو وہ اپنے نیک اعمال کا اقبال کرنے کو تیار تھے۔ مگر اُن کی طبیعت کچھ ایسی سیدھی اور بے عذر تھی کہ جب اُن سے مختار نامہ پر دستخط کرنے کو کہا گیا تو بے عذر اس پر بھی دستخط کر دیے۔ اب سرکار کی طرف سے میجر وکنفیل صاحب اور پارسن صاحب پیروکار اور وکیل تھے اور دس مدعا علیہم کی طرف دو وکیل اور میں بذاتِ خود اپنی جواب دہی کرتا تھا۔ جب کوئی گواہ پیش ہوتا تو پہلے اُس کا بیان صاحب سشن جج آپ لکھتے اور سوال جرح کے نوٹ کرتے۔ بعد اس کے سرکاری وکلاء اور اس کے بعد ہر دو وکلاء مدعا علیہم۔ ایک دوسرے کے بعد اور سب کے آخر میں یہ خاکسار سوالات جرح کے کرتا تھا۔ چونکہ میں سب سے زیادہ اس مقدمہ سے واقف اور ان گواہوں کے حالات اور علم لیاقت

Marfat.com

سے بھی بخوبی آگاہ اور اس فن وکالت میں بھی پورا تجربہ حاصل اور اس وقت
بہ نسبت دوسروں کے مجھ کو خدا تعالیٰ سوالات جرح بھی خوب سوجھاتا تھا۔
اکثر گواہ میرے سوالات کے جواب سے تنگ آکر دوہائی دوہائی کرنے لگتے
تھے۔ اور بوجہ اجلاس عام ہونے کے بہت سے یورپین اور دیسی تماشہ بین
حاضر ہوکر یہ تماشہ دیکھا کرتے تھے۔ چار اسیسر دو ہندو دو مسلمان رؤسا
ضلع انبالہ سے بلائے گئے تھے۔ جب شہادت طرفین تمام ہوگئی تو مدعا علیہم
کے جواب لیے گئے۔ دس مجرموں کا جواب تو اُن کے وکیلوں نے تحریروں میں
داخل کیا۔ اخیر میں صاحب سشن جج نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ بولو
تمہارا کیا جواب ہے۔ تب میں نے ہر ایک ثبوت مدخلہ سرکار کی تردید بیان
کرکے اپنا جواب نہایت مشرح اور مدلل لکھانا شروع کیا صاحب جج نے
اس میں سے کسی قدر لکھ کر بڑے غصہ سے مجھ سے کہا کہ اس جواب سے کچھ
فائدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ تم اپنے قصور کا اقبال کرکے عدالت کی مہربانی
اور رحم سے اپنی معافی مانگو۔ میں یہ مخالفانہ تعلیم کا سبق سُن کر چپ ہو رہا اور
کہا کہ میں فقط انصاف چاہتا ہوں سو آپ سے اس کی امید نظر نہیں آتی۔ اس کے
بعد میں نے دس بارہ آدمی گواہ اپنی بریت کے بلانے چاہے سو وہ بھی بلائے
نہ گئے۔ بلکہ جب واقعہ ۲ رمئی ۱۸۶۴ء روز سُنانے حکم کے اپنے گواہوں
کو میں نے آپ حاضر کرا دیا تو بھی اُن کے اظہار نہ لکھے گئے۔ مگر محمد شفیع اور
دوسرے اکثر مدعا علیہم کی طرف سے بہت گواہ گذرے لیکن بے سود۔ کون سنتا
ہے بلکہ محمد شفیع کی طرف سے ایک سو سے زیادہ سارٹیفکیٹ خیر خواہی و خیر سگالی

Marfat.com

سرکار و عمدہ کارگذاری کے پیش ہوئے جن کی نسبت اس متعصب جج نے
یہ لکھا ہے کہ ہر ہر فقرہ ان سارٹیفکٹوں کا محمد شفیع کے مجرم اور مستحق سزا ہونے
پر ایک دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے۔ ہمارے لائق اور دیرینہ وکیل مسٹر
پلوڈن نے بہت سی قانونی کتابوں اور نظائر سے ثابت کر کے یہ جواب لکھا تھا
کہ ملکہ ستھانہ وغیرہ مقامات جہاں یہ جنگ جس کی اعانت کرنے کا ان لوگوں
پر الزام ہے واقعہ ہوا عملداری سرکار سے باہر ہیں اور لفظ جنگ کرنا یا ملکۂ
معظمہ یا بغاوت مصرحہ دفعہ ۱۲۱ تعزیرات ہند کسی جنگ وقوعہ بیرون حدود
عملداری سرکار پر صادق نہیں آتا۔ چنانچہ تمثیل ب زیر دفعہ ۱۲۱ صاف لکھا
ہے کہ زید نے جو ممالک ہند میں ہے باغیوں کو ہتھیار بھیجنے سے ایک وقت
میں اعانت دی جو گورنمنٹ ملکہ معظمہ واقعہ سیلون کے مقابلہ میں اندر حدود
ممالک مقبوضہ ملکہ کے ہوئی تو زید ملکہ معظمہ سے جنگ کرنے میں اعانت کا
مجرم ہوگا۔ اس واسطے ان لوگوں کو اس دفعہ کی رو سے سزا نہیں ہو سکتی جب
صاحب سشن جج اور دوسرے انگریزوں نے یہ دلیل وکیل کی سنی تو ایک
دم سرد ہو گئے اور سوائے ہاں اور بجا کے کوئی جواب نہ بن آیا۔ مگر اس مقدمہ
میں تو انگریزوں کو پرلے سرے کا تعصب تھا۔ شروع کارروائی سے اس
مقدمہ میں قانون طاق پر رکھ دیا تھا اس واسطے بعد لینے اس جواب کے واسطے
واسطے مشورہ باہمی کے مقدمہ کو چند روز کے واسطے ملتوی کر دیا گیا۔ اور جان لارنس
صاحب بہادر گورنر اور دوسرے بڑے بڑے افسروں سے جو خواہ مخواہ ہمارا
قلع قمع ہی چاہتے تھے مشورہ کیا گیا ان کو تو خود غرضوں نے یہ سوجھا رکھا تھا کہ

Marfat.com

اگر ان چند غریبوں کو پھانسی دے کر وہابیوں کا ہند سے قلع قمع نہ کر دو گے عملداری سرکار ہند میں رہنا محال ہے پھر قانون کو کون سنتا ہے۔

باب (۷)

فیصلہ

بعد التوائے دراز کے ۲ مئی ۱۸۶۴ء کو پھر ایک آخری اجلاس سشن ہوا اور جج صاحب موصوف اپنی تجویز اور فتویٰ سزا اپنے گھر پر بیٹھ کر حسب ایما گورنر صاحب کے لکھ لائے تھے۔ اس دن اجلاس میں بیٹھنے کے ساتھ ہی پہلے چاروں اسیروں سے سشن جج صاحب نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ آپ لوگوں نے اس مقدمہ کو اول سے آخر تک سُنا اب جو آپ کی رائے ہو لکھ کر پیش کرو۔ ہم نے دیکھا کہ یہ چاروں اسیر اُس وقت بھی ہماری شکلوں کو دیکھ دیکھ آنسو بھر بھر لاتے تھے اور دل سے ہماری رہائی کے خواہاں تھے۔ مگر جب صاحب جج و کمشنر کی رائے کو ہماری سزا پر مائل پایا تو مارے ڈر کے اُنھوں نے بھی لکھ دیا کہ ہمارے نزدیک بھی جرم متعددہ فرد قرار داد ان پر ثابت ہے۔ پھر تو صاحب جج و کمشنر نے بعد حصول اس حیلہ قانونی کے اپنی تجویز جو پہلے سے میز پر لکھی ہوئی رکھی تھی پڑھنی شروع کی جس میں آئیں بائیں شائیں کر کے پلوڈن صاحب کی عمدہ دلیل کا جواب تھا اور پھر سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہت عقلمند اور ذی علم

اور قانون دان اور اپنے شہر کے نمبردار اور رئیس ہو۔ تم نے اپنی ساری عقلمندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا۔ تمہارے ذریعہ سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا۔ تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ جبلۃً بھی خیر خواہی سرکار کا دم نہیں بھرا اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرانے میں کچھ کوشش نہ کی اس واسطے تم کو پھانسی دی جاوے گی۔ اور تمہاری کل جائداد ضبط سرکار ہو گی اور تمہاری لاش بھی تمہارے وارثوں کو نہ دی جاوے گی بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ گورستان جیل میں گاڑ دی جاوے گی۔ اور اخیر میں یہ کلمہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہونگا۔ یہ سارا بیان صاحب موصوف کا میں نے نہایت سکوت سے سنا مگر اس آخری فقرہ کے جواب میں میں نے کہا کہ جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے۔ آپ کے اختیار میں نہیں ہے وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کر دے لیکن اس جواب باصواب پر وہ بہت خفا ہوا مگر پھانسی کا حکم دینے سے زیادہ اور میرا کیا کر سکتا تھا۔ جس قدر سزائیں اس کے اختیار میں تھیں سب دے چکا تھا۔ لیکن اس وقت میرے منہ سے یہ الہامی فقرہ ایسا نکلا تھا کہ میں تو اس وقت تک زندہ موجود ہوں مگر وہ اس حکم دینے کے تھوڑے عرصہ بعد ناگہانی موت سے راہی ملکِ عدم ہوا۔ مجھ کو اپنی اس وقت کی کیفیت خوب یاد ہے کہ میں اس حکم پھانسی کو سن کر خوش ہوا تھا کہ شاید مفت اقلیم کی سلطنت ملنے سے بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا۔ اس حکم کے سننے سے میری وہ کیفیت ہوئی کہ گویا جنت فردوس اور حوریں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگ گئیں تھیں میرے بعد

Marfat.com

مولوی یحییٰ علی صاحب اور اُن کے بعد محمد شفیع اور اُن کے بعد نمبردار سب آدمیوں کو حکم سزا کا سُنا دیا گیا۔ جن میں میں اور مولوی یحییٰ علی صاحب اور حاجی محمد شفیع تین آدمیوں کے واسطے پھانسی وغیرہ حسب مذکورہ بالا اور باقی آٹھ مجرموں کو دائم الحبس بعبور دریائے شور معہ ضبطی کل جائداد کے سزا ملی بیں نے مولوی یحییٰ علی صاحب کو بھی نہایت بشاش پایا لیکن محمد شفیع کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تاہم اُنہوں نے بھی اپنی طبیعت کو بہت تھاما۔ اس دن پولیس والے اور تماشہ بین مرد عورت بکثرت حاضر تھے قریب تمام کے احاطہ کچہری ضلع انبالہ کا خلقت سے بھرا ہوا تھا۔ حکم سُنا کر اس کا چپ ہونا تھا کہ صدہا مسلح اہلِ پولیس زیرِ حکم کپتان پارسن صاحب میرے نزدیک آکر کہنے لگا کہ تم کو پھانسی کا حکم ملا ہے تم کو رونا چاہیے تم کس واسطے اتنا بشاش ہے۔ میں نے چلتے چلتے اس کو بولا کہ شہادت کی امید پر جو سب سے بڑی نعمت ہے اور تم اس کو کیا جانو۔ اس مقام پر یہ بات بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ پارسن صاحب بھی ایڈورڈس صاحب سے بڑھ کر متعصب تھا اور اس مقدمہ میں شروع سے اُس نے ہم لوگوں پر بہت ظلم کیا تھا کہ جس کی تفصیل یہ قلم بھی نہیں کر سکتی مگر خداوند تعالےٰ منتقم حقیقی تو موجود تھا گو اس کے کام دیر اور سہولت سے ہوتے ہیں۔ ہم کو سزا ہو کر تھوڑے دن گذرے تھے کہ یہ بے خوف بھی دنیا ہی میں پاگل ہو کر راہیِ ملکِ عدم ہوا۔ اس دن تماشہ بین لوگ ہماری پھانسی کا حکم سُن کر اکثر زار زار روتے تھے۔ کوئی خدا کی مرضی اور رضا بالقضا سے اپنے رنج کو روکتا تھا کوئی دم بخود ساکت ہو کر ہم کو دیکھ رہا تھا جیل خانہ تک بیسیوں مرد

Marfat.com

عورت ارد گرد سڑک کے ہمارا مُنہ دیکھتے ہوتے چلے گئے ۔ اسی حالت کے اندر پولیس ہم کو جیل خانہ میں لے گئی ۔ اور ہم سب کو گیرو الباس پہنا دیا۔ ہم تین پھانسی والوں کو علیحدہ علیحدہ تین پھانسی گھروں میں بند کر دیا ۔ باقی آٹھ آدمیوں کو جیل خانہ میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ ملا دیا ۔ ۲ مئی کی رات کو جب ہم ان تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں جو نواب سراج الدولہ کے بلیک ہول قلعہ کلکتہ سے بھی بڑی ہوئی تھیں بند ہوئے تو پہلی ہی رات کو جہنم کا نمونہ ہو گیا۔ اس کی صبح کو ہم نے اہلیان جیل خانہ سے اپنی یہ تکلیف بیان کر کے چاہا کہ کسی طرح ہم کو بوقت شب ان کوٹھڑیوں سے باہر رکھا جاوے ۔ مگر سب اہالی جیل خانہ مارے ڈر کے انکار کر کے باہر چلے گئے ۔ لیکن ان کا انکار کر کے جیل خانہ سے باہر نکلنا تھا کہ سامنے سے ایک سوار تار گھر سے ایک لفافہ ضروری لے کر پہنچا ۔ لفافہ کھول کر جو دیکھا تو اُس میں یہی لکھا تھا کہ ان تینوں پھانسی والوں کو بوقتِ شب میدان میں باہر سلایا کرو ۔ یہ طرفہ تماشا تائیدِ الٰہی کا دیکھ کر اسی جیل خانہ والوں نے ہم کو یہ حکم سنا دیا ۔ ہمارے واسطے بڑے اہتمام سے تین نئی پھانسیاں اور اُس کے ریشمی رسے تیار ہوئے اور ادھر مثلِ مقدمہ کو واسطے منظوری پھانسی کے محکمہ چیف کورٹ پنجاب میں بھیج دیا ۔

Marfat.com

باب (۸)

چیف کورٹ

ہمارے دونوں وکیل بھی کچھ زائد محنتانہ لے کر معہ مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی مبارک علی صاحب و محمد سعید میرا بھائی و عبدالرحمٰن پسر محمد شفیع کے چیف کورٹ میں پہنچے اور میجر ونکنیل صاحب وغیرہ سرکاری وکلا اور بیرسٹر کا بھی سب سے پہلے حاضر ہوئے۔ اور ہم جیل میں نقل حکم منگا کر میں نے بھی ایک اپیل خوب مدلل لکھ کر معرفت سپرنٹنڈنٹ جیل کے چیف کورٹ روانہ کر دیا۔ کہ چیف کورٹ میں بھی چند اجلاسوں میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ یہ مقدمہ پیش ہوا اور وہاں بھی مسٹر بلوڈان ہمارے وکیل نے بڑے دلائل سے باصرار تمام کہا کہ زیر دفعہ ۱۲۱ یہ لوگ ہرگز قید نہیں ہو سکتے۔ اس دفعہ کے رو سے ان کو قید کرنا سراسر خلاف قانون ہے۔ کوئی دوسری دفعہ ان پر قائم کرو۔ مسٹر رابرٹ کسٹ صاحب نے جو اس زمانہ میں جوڈیشل کمشنر تھے۔ اس قانونی دلیل وکیل کو برسر اجلاس تسلیم کر لیا لیکن وہاں بھی مشورہ کرنے کے واسطے چند روز کا التوا کیا گیا۔ اس کے بیچ میں اخبار والوں نے اپنی رائے لگا دی کہ یہ لوگ رہا ہو چکے فقط حکم سنانا باقی رہ گیا ہے۔ ہمارے گھر والوں کو تو ہماری رہائی پر اس قدر یقین ہو گیا تھا کہ ہمارے گھر سے ایک نیا جوڑا کپڑوں کا بھی تیار ہو کر آگیا تھا کہ بروز رہائی میں اس کو پہن کر گھر آؤں گا۔

Marfat.com

چیف کورٹ کا التوا بہت لمبا ہوا۔ غالباً ولایت تک کی رائے ہم کو خلاف
قانون قید کرنے پر لی گئی۔ ۲ مئی تاریخ سنانے حکم پھانسی سے ۱۶ ستمبر
تک ہم پھانسی گھروں میں بند رہے۔ اہالیان جیل ہمارے پھانسی دینے
کا سامان تیار کر رہے تھے اور اُدھر ہم انگریزوں کا تماشا بن رہے تھے۔
صدہا صاحب لوگ اور میم روزانہ ہمارے دیکھنے کو پھانسی گھروں میں آتے
تھے۔ مگر بخلاف دوسرے عام پھانسی والوں کے ہم کو نہایت شاداں و
فرحاں پاکر یہ یورپین زوارین بہت تعجب کرتے۔ اکثر ہم کو پوچھتے تھے کہ
تم کو بہت جلد پھانسی ہوگی تم خوشی کے واسطے کرتے ہو۔ ہم اس کے جواب
میں صرف اسی قدر کہہ دیتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں ایسے ظلم
سے مارے جانے پر درجہ شہادت کا ملتا ہے اس واسطے ہم کو خوشی ہے شان
الٰہی سے ہم پھانسی گھروں ہی میں تھے کہ بقرعید آگئی۔ ہم کو خیال ہوا کہ آج
مسلمان خوب قربانی کا گوشت اُڑاتے ہوں گے۔ اس خیال کے تھوڑی دیر
بعد بوقت شب پلاؤ اور قورمہ اور قلیہ اور کباب وغیرہ بقرعید کے کھانے
سب ہمارے واسطے اسی پھانسی گھر میں غیب سے موجود ہو گئے۔ ہم نے
خوب سیر ہو کر کھایا اور شکر الٰہی ادا کیا۔ ایک رات کو اسی پھانسی گھر میں
ہم تینوں آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے تھے کہ اس وقت ہمارے
سب محافظ آپس میں صلاح کر کے ہم سے کہنے لگے کہ تم تینوں آدمی اس وقت
اندھیری رات میں بھاگ جاؤ ہم کو بجرم غفلت کچھ قید وغیرہ کی سزا ہو جائے گی
سو ہم اس کو بھگت لیویں گے لیکن تمہاری تو جان بچ جاوے گی۔ ہم لوگوں نے

Marfat.com

یہ بات سُن کر اُن کی ہمت اور نیت خیر کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ خداوند کریم دونوں جہان میں اس نیک نیتی کا اجر تم کو دیوے مگر ہم نہیں بھاگیں گے جب خدا چھڑاوے گا آپ سے آپ چھوٹ جاویں گے اور میں نے یہ بھی کہا کہ جب اس کی مرضی نہ تھی تو بھائیوں میں علی گڈھ سے پکڑا ہوا آگیا اب ہم سے ایسی حرکت دوبارہ نہ ہوگی۔ بقول شاعر ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

جب ہم پھالنسی کے گھروں میں قید تھے تو قاضی میاں جان صاحب بیمار ہو کر ہسپتال میں گئے۔ مگر ہسپتال سے بھی اکثر ہماری ملاقات کے واسطے پھالنسی گھروں میں آیا کرتے تھے۔ اپنے مرنے کے وقت ایک دو دن پہلے انہوں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک تخت جواہر نگار آسمان سے اُترا اور اُن کو اس پر بٹھلا کر آسمان پر لے گئے۔ اس کے دوسرے دن اُن کی وفات ہو گئی اور تعبیر خواب وہی ہوئی کہ وہ تخت فردوس سے اُن کے لینے کے واسطے آیا تھا اور لے گیا۔ یہ بزرگ ہم لوگوں میں سب سے زیادہ مسن تھے۔ مگر باایں ہمہ بڑے صابر اور مستقل مزاج تھے۔ خداوند کریم ان کو جنت نصیب کرے۔ ہمارے ہمراہیوں نے اُن کو غسل اور کفن دیکر اور اُن کی نماز جنازہ پڑھ کر گورستان جیل میں اُن کو دفن کرا دیا۔ جب ہم پھالنسی گھروں میں بند تھے انہیں ایام میں ایک رات کو بمقام تھانیسر میری والدہ کو ایک سانپ نے کاٹا۔ اُس کے زہر سے اُن کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

سنا ہے کہ وہ بھی بہت استقلال سے جاں بحق تسلیم ہوئیں۔ بہت لوگوں نے کچھ مشرک جھاڑ پھونکنے والوں کو بلا کر اُن کی صحت کے واسطے کچھ رسوماتِ شرک کرنا چاہا تھا۔ مگر اُنھوں نے فرمایا کہ میرے گھر سے شرک بدعت مدت سے اُٹھ گیا ہے۔ اب میں اپنے بیٹے کی غیر حاضری میں اپنے گھر میں شرک نہ ہونے دوں گی۔ ایسی بے ایمانی کی حیات سے موت افضل ہے۔ جب ان کے مرنے کی خبر ہم کو پھالنسی گھر میں پہنچی تو مولوی یحییٰ علی صاحب نے مراقبہ میں اسی رات کو دیکھا کہ وہ بڑی شان و شوکت سے جنت میں ایک تخت پر بیٹھی ہیں۔ مولوی صاحب نے اُن سے پوچھا کہ یہ مرتبہ عالی آپ کو کس سبب سے ملا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے کی مصائب پر صبر کرنے کے سبب سے مجھ کو میرے رب نے بخش دیا اور یہ درجہ عنایت کیا اس وقت ان کی وفات بھی ایک امتحان پرا امتحان تھا۔ کہ جان و مال۔ آبرو ہر شے کی پوری پوری جانچ کی جاوے۔

(۹)

باب

کالا پانی

مستحق دار کو حکمِ نظر بندی ملا
کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

ایک یہ بات بھی اس مقام پر قابل تذکرہ ہے کہ جس زمانہ میں ہم لوگ

Marfat.com

پھانسی گھروں میں قید تھے۔ انہیں ایام میں ایک مقبول بارگاہِ الٰہی پر اللہ رب العزت نے یہ منکشف کرا دیا تھا کہ ہم لوگوں کو پھانسی نہ ہوگی۔ مگر کالے پانی کو جانا ہوگا۔ اور میں وہاں سے پھر زندہ باعزت واپس آؤنگا۔ ہماری پھانسی کی موقوفی کا حکم اس پیشین گوئی کے دو ماہ بعد ہوا۔ مگر ہم لوگوں میں اس پیشین گوئی سے پورا پورا یقین موقوفی پھانسی اور کالے پانی کو جانے کا ہوگیا تھا چنانچہ میں نے اپنے بھائی اور بعض دوستوں کو اسی وقت اس خوش خبری کی اطلاع بھی لکھ دی تھی۔ مگر اس وقت کہ جب ساری سلطنت انگریزی باتفاق ہمارے پھانسی دینے پر مستعد تھی اور ظاہراً کوئی صورت موقوفی پھانسی کی نظر نہ آتی تھی۔ شاید کسی کو اس پیشین گوئی کا یقین نہ ہوا ہو کیونکہ وہ ایک ایسا وقت تھا کہ اگر کوئی شخص ہمارے واسطے ذرا بھی کلمۂ خیر کہتا تو قید ہو جاتا تھا بیسیوں آدمی ہمارے شہر کے فقط اسی قسم کے قصوروں میں قید ہو گئے تھے۔ کہ ان کے پاس سے کوئی ایک میرا اسباب نکل آیا یا بعد ضبطی و نیلام میرے مکانات کے میرے بال بچوں کو کسی نے اپنے گھر میں رہنے کو جگہ دے دی۔ اس وقت اگر شاہِ روم بھی میری سفارش انگریزوں سے کرتا تو کبھی منظور نہ کرتے۔ ایسے حالات میں موقوفی پھانسی محض غیر ممکن اور بعید از قیاس تھی۔ اب اس مقلب القلوب کی ظاہری کارروائی کو سنیے جب بہت سے صاحب اور میم ہم کو پھانسی گھروں میں نہایت شاداں و فرحاں دیکھ گئے تو یہ چرچا صاحب لوگوں میں پھیلا تب اُن صاحب لوگوں نے جو ہمارے جانی دشمن تھے یہ خیال کیا کہ ایسے دشمنوں کو مُنہ مانگی موت شہادت جس کے واسطے

Marfat.com

وہ ایسا خوش ہو رہے ہیں، دینی نہیں چاہیے۔ بلکہ ان کو کالے پانی بھیجکر دہاں کی مصائب اور سختیوں سے ہلاک کرانا چاہیے۔ ہم نے دیکھا کہ مطابق اسی ہماری پیشین گوئی کے صاحب ڈپٹی کمشنر انبالہ ۱۶ ستمبر کو پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم ہم کو پڑھ کر سنا دیا۔ کہ تم لوگ پھانسی پڑنے کو بہت دوست رکھتے ہو اور شہادت سمجھتے ہو اس واسطے سرکار تمہاری دل چاہتی سزا تم کو نہیں دیوے گی۔ تمہاری پھانسی سزائے دائم الحبس بعبور دریائے شور سے بدل گئی۔ بمجرد سننے اس حکم کے ہم کو پھانسی گھروں سے دوسرے قیدیوں کے ساتھ بارکوں میں ملا دیا اور جیل خانہ کے دستور کے موافق مستراض سے ہماری ڈاڑھی مونچھ اور سر کے بال وغیرہ سب تراش کر منڈی بھیڑ سا بنا دیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی یحییٰ علی صاحب اپنی ڈاڑھی کے کتر سے ہوئے بالوں کو اٹھا اٹھا کر کہتے تھے کہ افسوس نہ کرو تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کے واسطے کتری گئی۔

باب (۱۰)

مشقّت

ایک تماشہ قدرتِ الٰہی کا اور بھی قابل ذکر کرنے کے ہے اور وہ یہ ہے کہ یوجہ میرے بھاری مجرم ہونے کے میرے واسطے رسّہ اور پھانسی کی لکڑی خاص طور پر نہایت مضبوط تیار ہوئی تھی۔ مگر زبردستی تقدیر سے میری

Marfat.com

پھانسی تو موقوف ہوگئی اسی اثنا میں بجرم قتل ایک خاص ولایت کے
انگلشمین گورہ کو پھانسی کا حکم ملا۔ اور وہ سب سامان پھانسی جو میرے
واسطے تیار ہوا تھا اس بے چارے پوروبین ہم قوم کے نصیب ہوا چاہ کن
را چاہ در پیش۔ جو رسہ بڑے اہتمام سے میرے گلے میں ڈالنے کے واسطے
تیار ہوا تھا اُس قادر مطلق مقلب القلوب نے ایک ذات بھائی کے گلے میں
ڈلوا دیا۔ اور مجھ کو صاف بچا لیا۔ اس وقوعۂ عجیبہ کے بعد لوگ اس اسرار
الٰہی کو ایک بڑی آیاتِ الٰہی سے سمجھتے تھے۔ اِسی سبب سے بعد پھانسی
اس گورمکے وہ رسہ بھی ٹکڑے ہو کر تبرکاً لوگوں میں تقسیم ہوگیا بعد سنانے تنسیخ
حکم پھانسی کے جب دوسری فجر کو ہم تینوں آدمی بھی دوسرے قیدیوں کے
ساتھ مشقت میں بھیجے گئے تو نبی بخش داروغہ جیل اور رحیم بخش نائب داروغہ
اور دوسرے سب دیسی افسر گو ہمارے عنایت فرما تھے مگر بوجہ خوف صاحب
سپرنٹنڈنٹ جیل کے ہم تینوں آدمیوں کو کاغذ کوٹنے کی ڈھینکلی کے کام
میں جو اس جیل میں سب سے زیادہ سخت کام ہے دے دیا۔ تھوڑی دیر تک
جب ہم نے اس کو پاؤں سے ہلایا تو پاؤں شل ہوگئے۔ مگر اُسی وقت
ڈاکٹر ہٹسن صاحب عُرف ریلو سپرنٹنڈنٹ جیل کے کاغذ گھر میں تشریف
لائے تو ہم ڈھینکلی کے سخت کام میں دیکھ کر داروغہ پر بہت خفا ہوئے اور
ہم کو اس سخت کام سے نکال کر محمد شفیع اور مولوی یحییٰ علی صاحب کو نوسوت
کھولنے کے کام میں لگا دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک ناؤ گلی کے پاس
جس میں کاغذ پھاڑ کر بھگوتے تھے لے گئے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ یہ دفتر

Marfat.com

کی ردی ہے۔ غالباً تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے کاغذ بھی اِس میں ضرور ہوں گے تم اپنا دل بہلانے کو ان کاغذات کو پڑھتے بھی رہو اور ردی کو پھاڑ کر اس ناؤ میں ڈالتے جاؤ۔ فضل الٰہی سے میری شفقت بھی دل لگی اور تفریح طبع سے خالی نہ تھی اور ہمارے دوسرے ساتھی بھی تائید الٰہی سے کسی سخت کام میں نہ تھے۔ ہم دن بھر کام کر کے رات کو سب کے سب ایک جگہ بارک میں جا کر سو رہتے۔ جب ہم جیل میں گئے تو قیدیوں کو صرف روٹی اور دال اور ہفتے میں دو یا تین دن ترکاری تیل سے بھگاری ہوئی ملا کرتی تھی۔ گھی اور گوشت یا دودھ دہی کبھی کسی قیدی نے ابتدائے عملداری سرکار سے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔ اب تائید الٰہی کا کارنامہ سنیے ہمارا جیل میں داخل ہونا تھا کہ بحکم انسپکٹر جنرل محبس پنجاب کو عمدہ گوشت اور گھی اور دہی ملنے لگی ان نعمائے غیر مترقبہ کو دیکھ کر سب قیدی ہم کو دعا دیا کرتے تھے کہ تمہارے سبب سے ہم نے بھی یہ نعمتیں کھائیں۔ مگر طرفہ یہ کہ جب تک ہم لوگ جیل ہائے پنجاب میں رہے تب تک یہ چیزیں سب جیل خانوں میں برابر ملتی رہیں مگر ہمارا کالے پانی کو روانہ ہونا تھا کہ پھر وہ چیزیں ایک قلم بند ہو گئیں۔ بلکہ بجائے گیہوں کی روٹی کے ہمارے جانے کے بعد جوار یا جوے کی روٹیاں بے چارے قیدیوں کو ملنے لگیں۔ ہم جیل انبالہ ہی میں تھے کہ وبائی بخار موسم سرما بڑے زور شور سے قیدیوں میں پھیلا کوئی چہارم قیدی اسی مرض سے فوت ہو گئے۔ اور یہ کیفیت تھی کہ ادھر بخار آیا ادھر سرسام ہوا اور چٹ سے مر گیا۔ مہینے دو دو مہینے کی میعاد والے قیدی بھی بہت

Marfat.com

مر گئے جیل کے باہر خیمے کھڑے کر کے قیدیوں کو وہاں لے گئے۔ مگر حضرت بخار وہاں بھی ساتھ رہے۔ یہ خاکسار بھی اس وبائے عام سے نہ بچا اور سخت بیمار ہو کر شفاخانہ جیل میں داخل ہوا۔ ڈاکٹر بٹسن صاحب بہت توجہ دلی سے میرا علاج کرتے تھے لیکن بخار کو ذرہ بھی افاقہ نہ ہوا۔ گو سرسام کی نوبت نہ پہنچی تھی مگر میں بے آب و دانہ چند روز تک بے ہوش پڑا رہا۔ انگریزی دوائیں ذرہ بھی مجھ پر اثر نہ کرتی تھیں۔ لاچار ہو کر ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں اس مرض کے واسطے کیا دوا کھاتے تھے۔ میں نے کہا ہندوستانی دوائیں کھاتا تھا۔ اور ایسے مرض میں میں نے انگریزی دوا کبھی نہیں کھائی تعالیٰ اس سبب سے اُن کا کچھ اثر مجھ پر نہیں ہوتا تب اُنہوں نے فرمایا کہ اُن دوائیوں کا نام بھی تم کو معلوم ہے۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم ہے تب اُنہوں نے کہا اچھا وہ دوائیں ایک کاغذ پر ہم کو لکھ دو ہم بازار سے تمہارے واسطے منگوا دیویں گے۔ تب میں نے مربہ سیب و مربہ بہی و شربت انار و شربت نیلوفر و ورق نقرہ وغیرہ وغیرہ عمدہ عمدہ مزے دار و مفرح دوائیاں ایک کاغذ پر لکھ دیں اُنہوں نے اسی وقت وہ سب بازار سے منگوا کر میرے حوالہ کر دیں مارے بیماری کے زبان کا مزہ تو بگڑا ہوا تھا میں نے اُن کو یکے بعد دیگرے کھانا شروع کیا۔ بخار تو قسم محرقہ سے تھا ان شربتوں کے استعمال سے دوسرے دن دفع ہو گیا اور مربوں اور اوراقِ نقرہ سے بدن اور معدہ میں بھی طاقت اور قوت آگئی ڈاکٹر صاحب نے جب دوسرے دن مجھ کو تندرست پایا تو بہت خوش ہوئے اور قوت کے واسطے شوربا گوشت اور دودھ میرے واسطے مقرر کر دیا۔ مجھ کو اس مقام پر اس

Marfat.com

دولت دنیا اور حشم و جاہ کی ناپائیداری اور حالتِ سیمابی اور ہرجائی کا تھوڑا سا ذکر کرنے کا بھی موقع ملا ہے اور اس کی کیفیت مختصر اس طرح پر ہے کہ ۱۲ تاریخ دسمبر کو اپنی خانہ تلاشی سے تھوڑی دیر پہلے تک میں ہزاروں روپیہ کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر قابض تھا۔ بیسیوں آدمی میری رعیت رہتے تھے ایسے بڑے شہر کا نمبردار گھوڑے اور گاڑیوں میں سوار ہوا پھرتا تھا ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے یا اس کے چند گھنٹہ پیچھے جب بعد تلاشی میں فرار ہو گیا تو وہ سب جاہ چشمہ خاک میں مل گیا بوجہ میرے فرار یا زیادہ غصہ کے انگریزوں نے قبل از صدور حکم اخیر مقدمہ کے میری کل جائداد پہلے ہی دن قرق کر لی تھی۔ دوسرے دن خود میرے عزیزوں کو کوئی اپنے برآمدہ میں بھی کھڑا نہ ہونے دیتا تھا ایک ہی رات میں وہ سب مال دوسروں کا ہو گیا۔ میرے وارثوں کو اس قدر موقع بھی نہ ملا کہ کوئی جائداد قبل از قرقی علیحدہ کر لیویں اور بعد صدور حکم ضبطی کے جب میرے بھائی نے جو اس کا وارث تھا اپنے حصہ کا دعویٰ کیا تو اس کو بھی فقط ایک کوٹھڑی دے کر کل جائداد منقولہ غیر منقولہ ضبط کر کے نیلام کر دی۔ میں نے بنظرِ دور اندیشی اپنے حصہ کی کل جائداد کو اپنی بیوی کے مہر میں مکفول کر کے ایک بعنامہ شرعی اس حادثہ سے سات برس پہلے بروز نکاح اپنی بیوی کے نام لکھ دیا تھا وہ بعنامہ بھی پیش ہوا مگر مارے غصے اور تعصب کے کسی نے بھی نہ سنا اور میری بیوی کو معہ دو نابالغ شیر خوار بچوں کے ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دیا۔ بعد تبدیلی حکم پھانسی ہم ستمبر ۱۸۶۴ء سے فروری ۱۸۶۵ء تک جیل انبالہ میں رہے۔ اکثر اوقات محمد شفیع کے گھر سے بہت سا کھانا عمدہ عمدہ قسم کا

Marfat.com

ہمارے واسطے آیا کرتا تھا اور ہم لوگ اس کو جیل میں نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر بڑے مزے سے کھایا کرتے اور شکرِ الٰہی بجالاتے یہاں تک اپنی تعریف آپ لکھ کر میرا نفس بہت پھول گیا ہے اور اکثر مقامات پر اپنی تعریف میں مبالغہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس کے دو عیب بھی یہاں تحریر کر دوں تاکہ اس موذی خود پسند کو ذرا ذلت ہو اور پھر مجھ کو مبالغہ کرنے کی ترغیب نہ دے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن رات کو جب ہم ایک مقفل بارک میں سوتے تھے ایک سپاہی محمد شفیع کے گھر سے پلاؤ لے کر آیا۔ ایک جھگڑے کی راہ سے وہ پلاؤ لینے کو میں گیا۔ پلاؤ لیتے وقت میرے اس نفس سے نہ رہا گیا ایک بڑی بوٹی پلاؤ کی اٹھا کر منہ میں ڈال لی اور تھوڑا سا چبا کر جھٹ پٹ اس کو نگل لینا چاہا وہ مالِ مسروقہ حلق میں کیسے اترے حلق میں جا کر اڑ گئی نہ نیچے جاتی تھی نہ اوپر آتی تھی میرا دم بند ہو گیا میں لڑکھڑا کر گر پڑا وہ نفس کا عیب ہمارے سب ساتھیوں پر ظاہر ہو گیا۔ جب میرا گلا ملا گیا تو وہ بوٹی بجنسہٖ باہر نکل آئی۔ میں نے اپنی جان پر بری اور مال مشتبہ کے حلق سے نیچے نہ جانے پر شکرِ الٰہی کیا گو محمد شفیع سے ہمارا معاملہ واحد تھا اور اس کی معنا اجازت بھی ہر طرح سے ہم کو حاصل تھی مگر تو بھی یہ حرکت سفلانہ اور نہایت نازیبا تھی۔ مگر حمد ہے اللہ کا کہ اس نے نفس موذی کو بھی ذلت دلائی کہ اب تک اس کو یاد ہے اور مجھ کو اس مال مشتبہ یا مسروقہ کے کھانے سے محفوظ رکھا۔ ایک اس سے بڑھ کر اپنے نفس کی شرارت کا حال اور سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک دس روپے کا نوٹ جیل انبالہ میں بذریعہ ڈاک منشی عبد الغفور خاں ہمارے ایک ساتھی

Marfat.com

کے گھر سے بذریعہ میرے بھائی کے میرے پاس آیا تھا۔ اس وقت میرے بھائی کو جیل کے باہر کچھ روپیہ کی ضرورت تھی۔ میں نے منشی عبدالغفور سے اس کے آنے کی اطلاع نہیں کی اور باہر سے اپنے بھائی کو وہ نوٹ دلا دیا اور اس نے اپنے کام میں اس کو خرچ کر لیا۔ جب منشی عبدالغفور خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے میری کچھ شکایت تو نہ کی کیونکہ وہ میرے گھر میں برسوں تک رہے تھے اور مجھ کو اپنا بزرگ جانتے تھے اور اسی بھروسے پر میرے نفس نے یہ جرات بھی کی تھی تاہم دوسرے لوگوں نے مجھ پر بہت طعن لعن کی تھی کہ دس روپیہ اُن کو پھر دے دوں لیکن بعد پہنچنے بورڈ بلیر کے جب میرے ہاتھ میں روپیہ آیا تو میں نے وہ دس روپے بذریعہ نوٹ اُن کو جیل لاہور میں بھیج دیئے۔ اور اب بعد اظہار ان ہر دو عیب اپنے نفس کے میں اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو معاف فرماوے اور میدان محشر میں نیکوں کے سامنے مجھے ذلیل نہ کرے۔

باب (۱۱)

مولوی احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جس زمانہ میں ہمارا اپیل چیف کورٹ پنجاب میں دائر تھا اس وقت ہمارے وکیل پلوڈن صاحب نے ہم کو یہ خبر دی تھی کہ انگریزوں کا یہ ارادہ ہے کہ اگر عندالاپیل ہم لوگ چیف کورٹ پنجاب سے رہا ہو جاویں تو خیر

Marfat.com

ہے ورنہ بعد نامنظوری ہمارے اپیل کے یہ لوگ مولوی احمداللہ صاحب کو بھی قید کریں گے۔ چنانچہ بعد نامنظوری اپیل کے مولوی احمداللہ صاحب کے اوپر منجملہ ہم گیارہ نفس سزا یافتہ کے جھوٹے گواہ سکھلا پڑھا کر بنانے شروع ہوئے۔ میر مجیب الدین تحصیلدار ساکن نارنول جو کسی قصور رشوت ستانی میں جیل انبالہ میں قید تھا اور بظاہر ہم لوگوں سے بڑے اخلاق سے پیش آتا تھا اس کو انگریزوں نے وعدہ دیا کہ اگر تم بہکا سکھلا کر ان میں سے کسی آدمی کو مولوی احمداللہ صاحب کے اوپر گواہ بنا دو تو تم کو رہا کر کے پھر تحصیلدار کر دیں گے۔ چنانچہ اپنی دنیوی بھلائی کی امید پر اس شخص نے اپنی کارروائی شروع کی۔ مگر جب ہمارے کان میں اس کے بہکانے اور گواہ بنانے کی خبر پہنچ جاتی تھی تو ہم اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر کہ بھائیو ہماری دنیا تو خراب ہو گئی ہے اب فقط دین باقی رہ گیا ہے جھوٹے گواہ بن کر اس کو نہ بگاڑو۔ کہیں تمہاری وہ مثل نہ ہو جاوے "دونوں طرف سے گئے پانڈے ادھر حلوا نہ اُدھر مانڈے"۔ جس قدر دن بھر وہ گواہ بنانے کی ترغیب دیتا تھا اس کا اثر ہماری تھوڑی دیر کی نصیحت سے پھر رفع ہو جاتا تھا۔ اُس مخبر نے صاحب لوگوں سے کہا کہ جب تک محمد جعفر اور مولوی یحییٰ علی صاحب اس جیل میں ہیں تب تک کوئی گواہ نہیں بن سکتا۔ اس واسطے ۲۴ فروری ۱۸۶۵ء کو مجھ کو اور مولوی صاحب، اور میاں عبدالغفار کو سنٹرل جیل لاہور کو روانہ کر دیا اور محمد شفیع و عبدالکریم والہی بخش و منشی عبدالغفور وغیرہ کو جیل انبالہ میں رکھ لیا پس ہمارا اس جیل سے روانہ ہونا تھا کہ محمد شفیع و عبدالکریم وغیرہ گواہ سرکاری ہو گئے اور

Marfat.com

اُن کی شہادت پر اولیاء وقت شمس الاسلام مولوی احمد اللہ صاحب بماہ مئی سنہ ۱۸۶۵ء دائم الحبس بعبور دریائے شور معہ ضبطی جائداد کے سزایاب ہو کر ہم سے پہلے جون کے مہینے میں داخل انڈمان ہو گئے۔ بملاحظۂ مثل مقدمہ اور دلائل ثبوت جرم نسبت محمد شفیع واضح ہو گا کہ اول محمد شفیع کو کس غیظ آور غصہ سے پھانسی کا حکم دے کر اس کی پچاس لاکھ کی جائداد ضبط کی تھی اور پھر صرف ایک برس بعد گواہی کا حیلہ کر کے اس کو رہا کر دیا تاکہ جائداد منضبطہ واپس نہ دینی پڑے اگر وہ بے چارہ جیسے اُس کی ایک برس بعد کی رہائی سے ظاہر ہے بے قصور تھا تو پہلے اس شد و مد سے اس کی پچاس لاکھ کی جائداد ضبط کر کے اُس کو پھانسی کا حکم کیوں دیا تھا اور اگر دراصل وہ بھاری قصور وار تھا اور صاحب سشن جج کی سب دلائل مندرجہ فیصلہ صحیح ہیں تو اس کو ایک برس بعد کس واسطے رہائی کر دی۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۷۱ء تک جو جو مقدمات گرفتاری وہابیاں مثل مقدمہ امیر خاں صاحب سوداگر چرم و مولوی تبارک علی صاحب و مولوی امیر الدین صاحب ساکن پٹنہ ملک بنگال و ابراہیم منڈل ساکن اسلام پور ہوتے رہے تو یہی معمولی گواہ یا گونندہ جھوٹی گواہی دینے کو بلائے جاتے تھے اور میں نے خود ان میں سے ایک گواہ کی زبانی سُنا ہے کہ جب کبھی خلاف گواہی دینے سے ہم نے انکار بھی کیا تو ہم کو یہ کہا گیا کہ تم لوگ بشرطیہ طور پر فقط اسی گواہی دینے کے واسطے بطور گونندہ رہا کیے گئے ہو۔ اگر تم گواہی نہ دو گے تو پھر تم کو دائم الحبس کر کے پہلے وارنٹ پر کالے پانی کو بھیجا جائے گا جب میں انبالہ جیل سے لاہور جانے کو تیار ہوا تو میری بیوی بچے بھی میری ملاقات کو

Marfat.com

بیل پہ آئے تھے جس دن میری ملاقات ان لوگوں سے ہوئی ماہِ رمضان تھا اور میں روزے سے تھا جیل کے باہر ایک کوٹھڑی میں بہت دیر تک میری اُن کی بات چیت رہی۔ میرا گیروا لباس اور کمبل کا کرتہ اور پاؤں میں بیڑی دیکھ کر میرے اقربا بہت متعجب اور غمگین ہوئے مگر میں نے اُن کی بہت تسلی کی اور ایمان اور صبر کا مضمون اُن کو سمجھایا۔ اسی دن کوئی سوا برس کے بعد میں نے اپنے بیٹے محمد صادق کو بھی دیکھا تھا وہ ایسا بڑھ گیا تھا کہ میں نے مشکل سے اُس کو پہچانا تھا۔ یہ گویا اس سے میری آخری ملاقات تھی پھر دوبارہ میں نے اُس کو اس دنیا میں نہیں دیکھا۔

باب (۱۲)

سفر لاہور

۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو ہم جیل لاہور کو روانہ ہوئے۔ جوگیا نہ گیروا لباس کالا کمبل اوڑھے ہوئے۔ بیڑی ہتھ کڑی کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہم ہم منزل در منزل اور کوچ در کوچ لاہور کو چلے جاتے تھے دو ایک گاڑیاں بھی ہمارے ساتھ تھیں بقدر تیس چالیس قیدیوں کے ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تھے۔ سب پاپیادہ چلتے تھے جب کوئی تھک جاتا تو اُس کو گاڑی پر بھی سوار کر لیتے تھے ورنہ سب کے سب پاپیادہ خلخال کو چھن چھناتے چلے جاتے تھے۔ غیر سوا برس کے بعد جو ہم نے باہر کی ہوا کھائی تو طبیعت نہایت

Marfat.com

خوش اور راستے میں جو چاہتے سو خرید کر کھاتے۔ اور مولوی یحییٰ علی صاحب کی ہر دم مصاحبت میں رہے۔ اس سبب سے ہم کو تو اس سفر میں بھی دن عید اور رات شب برات ہوگئی تھی۔ اتفاق حسنہ سے جس دن ہم نیا گیروا لباس پہن کر اول منزل سے روانہ ہوئے۔ تو مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب والی پٹیالہ کی برات بڑی دھوم دھام سے اسی راہ سے عین ہمارے آگے کو جنوب سے شمال کو جاتی تھی۔ اس وقت سورج نکلتا تھا۔ فجر کا سہانا وقت اور اخیر فروری کے گلابی جاڑے تھے۔ ایک طرف سورج کی کرنوں میں برات کے سونا چاندی اور تاش بادلہ اور ہیرہ مرصع کی چمک دوسری طرف ہماری بیڑی ہتھکڑی کے لوہے کی دمک، ادھر دوشالوں اور کمخواب و بانات کا رنگ ادھر ہمارے جوگیانہ لباس اور کمبلوں کی سرخی اور سیاہی کا ڈھنگ، اُدھر ہاتھی گھوڑوں کی ہنکار اِدھر ہماری بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کی جھنکار ایک دوسرے کے مقابل اس دنیائے فانی کی دولت اور کمی بیشی مدارج کا فرق عجیب خوبی سے دکھلا رہی تھی، مگر افسوس کہ یہ راجہ غالباً جس نے ہم کو اس وقت بڑی چشم حقارت سے دیکھا ہوگا بہری الیسی ہند سے بہت برس پہلے راہی ملک بقا ہوا جہاں امیر فقیر دونوں خالی ہاتھ جیسے آئے تھے ویسے ہی حاضر ہوتے ہیں۔ اور اُس نے اس عروس دنیا سے جس کے واسطے اس قدر دھوم دھام تھی بہت ہی تھوڑا فائدہ اُٹھایا ہم جو ایک مدت دراز کے بعد جیل کی تنگ تاریک کوٹھریوں سے باہر میدان میں پہنچے تو ہم کو بھی مہاراجہ پٹیالہ کے براتیوں کی خوشی سے کم خوشی

Marfat.com

نہ تھی۔ ہم ہرنوں کی طرح اُڑے جاتے تھے جن جن قیدیوں کے پاس کچھ نقد تھا اُن کا جو کچھ جی چاہتا تھا راہ میں خرید کر کھاتے اور خوشی مناتے چلے جاتے تھے۔ لدھیانہ، پھلور۔ جالندھر، امرت سر ہوتے ہوتے لاہور پہنچے۔ اخیر منزل پر لاہور میں شالامار باغ کے سامنے ہر کسی نے اپنا اپنا من بھر کر جو چاہا سو کھایا۔ کیونکہ جیل میں جاکر تو سوائے معمولی کھانے کے اَور چیزیں ملنی محال بلکہ جرم ہیں۔ قریب تین بجے شام کے ہم لوگ سنٹرل جیل لاہور کے دروازہ پر پہنچے اور ہمارے چالان کے کل قیدی ایک قطار کر کے دروازۂ جیل پر بٹھلا دیے گئے۔ اول ایک کشمیری ہندو داروغہ آیا اُس نے پہلے ہمارے مقدمہ والوں کو بغور تمام دیکھا اور کسی قدر افسوس بھی کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر گرے صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل رونق افروز ہوئے۔ انہوں نے سب سے اول ہم لوگوں کا ملاحظہ کیا اور بڑے غصہ سے حکم دیا کہ ایک ایک آہنی ڈنڈا بھی ان لوگوں کے پاؤں میں ڈال دو۔ چنانچہ بمجرد صدور اس حکم کے لوہار ڈنڈے آہنی لے کر حاضر ہو گئے اور ہمارے دونوں پاؤں کے دونوں کڑوں کے درمیان سے ایک ایک آہنی ڈنڈا جو ایک فٹ (۵ گرہ) سے زیادہ لمبا نہ تھا ڈال دیا گیا۔ یہ حکم از راہِ تعصب فقط ہم ہی لوگوں کے واسطے تھا اور تمام جیل بھر میں ہم نے کسی اَور قیدی کے پاؤں میں یہ ڈنڈا نہیں دیکھا۔ چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا نہایت مشکل ہو گیا اور رات کو پاؤں پسار کر سونا بھی محال تھا۔

Marfat.com

باب (۱۳)

سنٹرل جیل لاہور

اِس جیل کے بیچ میں ایک بُرج اور اُس کے چوگرد آٹھ علیٰحدہ علیٰحدہ بارکیں معہ صحن اور کارخانہ مشقت کے بنے ہوئے تھے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ نے حکم دیا کہ اس مقدمہ کے جتنے قیدی ہیں ہر ایک کو علیٰحدہ علیٰحدہ بارکوں یا نمبروں میں رکھو تاکہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائے۔ اس دن ہم کو اپنے دوستوں سے جُدا ہونا اُس آہنی ڈنڈے سے بھی بڑھ کر شاق ہوا۔ مجھ کو نمبر اول میں جو سب سے زیادہ سخت تھا لے گئے لیکن قریب ۶ بجے شام کے تائید غیبی سے یہ حکم پہنچا کہ یہ قیدی آمدہ جیل انبالہ میں بیماری والے جیل سے آئے ہیں ان کو دوسرے سب قیدیوں سے علیٰحدہ رکھنا چاہیئے تاکہ اُن کی بیماری اس جیل میں بھی نہ پھیل جاوے سو وہی پہلا نمبر جہاں میں بند تھا اُن کے علیحدہ رکھنے کے واسطے تجویز ہو کر ہمارے کل ساتھی بلکہ سارا چالان اُسی بارک میں جمع ہو گیا۔ تب ہم آپس میں مل کر بہت خوش ہوئے اور اس حکمتِ الٰہی اور اسرارِ مکنون پر سجدۂ شکر بجا لائے بوجہ ہونے ایک مسلمان جمعدار اس نمبر کے ہم کو کچھ مشقت بھی نہ کرنی پڑی بلکہ بفضلِ الٰہی ایک ہفتے کے بعد اس سپرنٹنڈنٹ نے خود مجھ کو اُسی نمبر کا منشی کر دیا۔ مگر وہ ڈنڈا جو غالباً کسی بڑے حاکم کے حکم سے تھا بدستور

Marfat.com

زیب پا رہا جس کے سبب سے جب ہر فجر کو صاحب سپرنٹنڈنٹ وہاں تشریف لاتے تو مجھ کو ہر قیدی کی مشقت کا حساب دکھلانے کے واسطے مثل ہرن کے اُچھل اُچھل کر ان کے ساتھ رہنا پڑتا تھا۔ ایک اتوار کے دن اسی جیل لاہور میں اپنے بستہ پر میں پریٹ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ہمارے نمبر میں پہنچے اور کل قیدیاں نمبر کی تلاشی کرنے کا حکم جاری کیا۔ یکے بعد دیگرے میرے بستہ کی بھی تلاشی ہوئی جس میں کچھ تھوڑا پسا ہوا نمک میرے بستہ سے بھی برآمد ہوگیا۔ ایسے قصور پر وہاں بیت کی سزا ہوتی ہے۔ جب یہ نمک برآمد سپرنٹنڈنٹ کے سامنے پیش ہوا تو میں حیران تھا کہ کیا جواب دوں اس میں صندل نام ایک مسلمان قیدی جو جیل انبالہ سے میرے ساتھ آیا تھا اور میری خدمت کرتا تھا بول اُٹھا کہ یہ بستہ اور نمک تو میرا ہے مولوی صاحب کا نہیں ہے۔ تب صاحب سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا یہ کیسے تو اُس نے کہا کہ حضور کے تشریف لانے سے پہلے میں اور یہ مولوی صاحب دونوں پیشاب کرنے کو پاخانہ میں گئے تھے اس بیچ میں حضور آگئے ہم جلدی سے جو دوڑ کر آئے اُس گھبراہٹ میں یہ میرے بستہ پر اور میں ان کے بستہ پر بیٹھ گئے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ اس بیان کو سُن کر بہت ہنسا اور بولا کہ تم مولوی کو بچانا چاہتے ہو۔ اس کے بعد ہم دونوں کو میرے سے باہر جہاں بیت لگا کرتے تھے لے گیا۔ دوسرے قیدیوں کو جن کے بستروں سے کچھ کچھ نکلا تھا بیت لگنے شروع ہوئے جب دوسرے قیدیوں کو بیت لگ چکے تو آخر میں پھر اُس نے ہماری طرف

Marfat.com

متوجہ ہوکر صندل مذکور سے پوچھا کہ یہ بات سچ ہے کہ یہ بستہ اور نمک تمہارا ہے۔ اور مولوی کا نہیں ہے۔ اُس نے کہا ہاں نمک اور بستہ تو میرا ہے آگے آپ کو اختیار ہے۔ یہ جواب سُن کر اُس نے ہم دونوں کو بری کر دیا۔ اور کچھ سزا نہ دی اور صندل سے کہا کہ اچھا تم مولوی کو بچانا چاہتا ہے ہم نے تم کو بھی معاف کر دیا جاؤ آگے ہو شیار رہو۔

باب (۱۴)

روانگی کراچی

اخیر اکتوبر ۱۸۶۵ء میں ایک بڑا بھاری چالان قیدیوں کا تیار ہوکر ملتان کو روانہ کرنے کا بندوبست ہوا۔ ایک ایک ہتھکڑی دو دو آدمیوں کے ہاتھوں میں لگائی گئی۔ میرے ساتھی نے مجھ سے یہ رعایت کی کہ میرا بایاں اور اپنا داہنا ہاتھ ہتھکڑی میں ڈلوایا۔ ہمارے مقدمہ کے فقط تین آدمی یعنی میں اور مولوی یحییٰ علی صاحب اور میاں عبدالغفار صاحب ملتان کو روانہ ہوئے۔ جس دن ہم لاہور سے روانہ ہوئے ریل کے اسٹیشن تک پاؤں میں بیڑی سر پر بستہ جس کو ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں ہتھکڑی کی گلجوٹ اس پر سپاہیوں کی مار مار کہ جلدی چلو جلدی چلو ریل چلی جاوے گی۔ خیر بہرصورت ہم ریل تک پہنچے وہاں جاکر ریل کی کوٹھڑیوں میں ہم کو بند کر کے قفل لگا دیا اور لاہور سے ملتان تک راہ میں کہیں

Marfat.com

نہ کھولا مثل جانوروں یا مال کے گاڑیوں میں بھر دیا تھا۔ کوئی آٹھ بجے رات کے بعد ہم ملتان پہنچے وہاں بھی اندھیری رات میں سر پر بستر رکھے ہوئے کشاں کشاں اسٹیشن سے جیل تک پہنچے جہاں بے آب و دانہ مثل جانوروں کے رات کو بند کر دیے گئے۔ دو دن ہم جیل ملتان میں رہے شہر کدھر بستا ہے، بازار کہاں ہے۔ وہ ہم نے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ دو روز بعد وہاں سے لے جا کر ایک پتن یا گھاٹ دریائے سندھ پر جو ملتان سے قریب پانچ کوس ہے ہم کو اگبنوٹ پر سوار کرایا۔ سوار کرانے کے بعد ہم سب کو قطار قطار کر کے اس پر بٹھلا دیا۔ اور سوائے بیڑی اور ہتھکڑی اور ڈنڈے کے جو پہلے سے زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی زنجیر آہنی بھی ہماری بیڑیوں کے بیچ میں پھنسائی گئی کہ جس سے اپنی اپنی جگھوں پر بیٹھے ہوئے پاخانہ پیشاب کرتے رہے اس وقت قریب آدھا آدھا من کے لوہا ہمارے جسم پر تھا باوجود اس قدر کثرت پانی کے دریائے سندھ ہمارے زیر پا تھا۔ ہم پڑے پڑے تیمم سے نماز پڑھتے تھے گو ہم جکڑے ہوئے پڑے تھے۔ مگر جیل سے نکل کر اور دوستوں کی مصاحبت اور آب دریا کی روانی اور آس پاس کے جنگلوں کی سبزی کو دیکھ کر بہت بشاش تھے۔ اس کیفیت سے ہم پانچ چھ روز بعد کوٹلی میں پہنچ گئے۔ سکھر بکھر اور ٹھٹھے کا نامی قلعہ بھی ہم کو راہ میں سندھ کے کنارے پر ملا تھا۔ کوٹلی کے سامنے دوسرے کنارہ دریائے سندھ پر حیدرآباد سندھ کی نامی بستی بھی دیکھنے میں آئی۔ کوٹلی سے اسی دن ریل پر سوار ہو کر ہم کراچی میں پہنچ گئے۔ اس ملک میں

Marfat.com

بڑی بڑی اونچی ٹوپیاں منشی اور کلارک اور بڑی بڑی پگڑیاں ہندو مہاجن پہنتے ہیں جب ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تو ہمارا خیال تھا کہ انگریزی عملداری میں سب جگہ اُردو یا فارسی کا دفتر ہوگا اور ہم بوجہ کمال اپنی منشی گری کے ہر جگہ محرری کے کام میں رہ کر قید میں آرام سے رہیں گے۔ اس خیال باطل کے ساتھ فضل الٰہی کا ہم کو وہم بھی دل میں نہ گذرا تھا مگر بخلاف ہمارے خیال کے اُردو اور فارسی کا دفتر ملتان میں ختم ہوگیا تھا۔ ملک سندھ میں سب سندھی زبان کا دفتر دیکھا گیا۔ سندھی علم کے حروف تو فارسی کے ہیں مگر زبان سندھی ہونے کے سبب ہم کو ایک لفظ بھی سمجھنا دشوار ہے۔ ملک سندھ سے ہم ناخواندوں میں شمار ہونے لگے اور وہ غرور منشی گری اور بھروسہ غیر اللہ خود بخود دل سے دور ہو گیا۔ الحمد للہ کہ کراچی کے جیل میں پہنچنے کے ساتھ ہی ہماری ہتھکڑی اور آڑے ڈنڈے سے تو نجات ہوئی فقط بیڑی آہنی زیب تن رہی، بمقابلہ سب دوسرے جیل خانوں کے جہاں جہاں یہ خاکسار رہا کراچی کے جیل کو جیل کیا ایک عمدہ مہمان سرا کہنا چاہیے، وہاں رات کو قیدیوں کو بارک یا کوٹھریوں میں مثل جانوروں کے بند نہیں کرتے بنگلوں کی طرح سے کھلے ہوئے مکان اور چٹائیوں کا فرش بچھا ہوا قیدیوں کے واسطے موجود ہے۔ رات کو جہاں چاہو پھرو جہاں چاہو سوؤ کوئی مانع نہیں۔ پہرے والے فقط جیل کی فصیل پر پھرتے ہیں۔ رات کو جیل کے اندر محافظ یا پہرہ دار کا نام نہیں۔ دو برس کے بعد یہاں رات کو آسمان اور ستاروں کی زیارت

Marfat.com

بھی ہم کو نصیب ہوئی۔ جناب باری میں سجدات شکر بجا لائے۔ یہاں قیدیوں کا کھانا بھی بہ نسبت اور جیل خانوں کے نہایت عمدہ تھا۔ گیہوں کی روٹیاں گھی سے چپڑی ہوئی اور عمدہ ترکاری اور گوشت غرض دو وقتہ پیٹ بھر کھانا یہاں قیدیوں کو ملتا ہے۔ مگر پاخانہ پھرنے کی بڑی دقت تھی۔ کیونکہ چوبی پیپوں کو میدان میں رکھوا دیا ہے جس کے اوپر بدشواری چڑھ کر برہنہ سب کے سامنے قیدی پاخانہ پھرتے ہیں۔

باب (۱۵)

بمبئی

ایک ہفتہ کراچی میں ٹھہر کر ایک بادبانی جہاز جس کو بگلہ کہتے ہیں ہم سوار ہوئے۔ سب سے پہلے سمندر اور جہازوں کی زیارت ہم نے کراچی میں کی۔ یہ جہاز بہت چھوٹا تھا۔ مگر قیدیوں کو مثل بوره مال کے نیچے کی تہ میں اوپر نیچے کر کے بھر دیا تھا۔ قیدی گچ مچ ایک دوسرے کے اوپر نیچے پڑے تھے اور یہ بیت پڑھتے تھے۔ ؎

جائے تنگ ست مرداں لیسار

وقنا ربّنا عذاب النار

جب لنگر اٹھا کر تھوڑی دور سمندر میں جہاز پہنچا تو دریا کے تلاطم اور امواج سے جہاز ہلنے لگا اور قیدیوں کو قے متلی شروع ہوئی یتنگی

جگہ کے سبب سے ایک دوسرے پر قے کرتا جاتا تھا۔ اِس جہاز پر کچھ مسلمان خلاصی تھے جنھوں نے ہم کو مولوی سمجھ کر حتی المقدور خود کھانے پینے سے بہت تواضع کی۔ خیر دو تین روز کے بعد بمشکل تمام ہم داخل بندر بمبئی کے ہوئے۔ وہاں دیکھا تو کوسوں تک ہزاروں جہاز کھڑے تھے اُس کو ایک جہازوں کا جنگل کہنا چاہیے۔ زیر قلعہ بمبئی کے ڈونگیوں میں بٹھلا کر ہم کو جہاز سے اُتارا وہاں سے بذریعہ سواری ریل جیل خانہ تھانہ کو جو بمبئی سے دس بارہ میل ہے ہم کو لے گئے۔ بمبئی میں پارسی مرد عورتوں کو ہم نے پھرتے ہوئے دیکھا۔ اس قوم کے لوگ بہت خوبصورت گورے رنگ کے ہوتے ہیں اور مالدار بھی ہیں۔ یہ لوگ آتش پرست زردشت کی اُمت سے ہیں۔ خلیفہ دوم کی چڑھائی کے وقت ایران سے بھاگ کر اس حصہ ہندوستان میں آباد ہو گئے۔ بمبئی کی عمارات جہاں تک ہم کو دیکھنے کا موقع ملا نہایت اونچی اور دیواروں میں بے شمار کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں، بمبئی شہر بھی ایک ٹاپو ہے ایک بند باندھ کر اس کو برِّ اعظم ہند سے ملا دیا ہے۔ بمبئی اور تھانہ کے بیچ میں بھی سمندر بہتا ہے اور اس کے پانی کو کھیت اور کیاروں میں روک دیتے ہیں دھوپ کی تپش سے وہ کھارا پانی خشک ہو کر عمدہ نمک خود بخود تیار ہو جاتا ہے۔ ہزاروں من نمک کے انبار ریلوے سڑک کے کنارے کنارے لگے ہوئے تھے۔ ناریل کے درخت اور اُس کا تازہ پھل بھی ہم نے پہلے پہل بمبئی میں دیکھا۔ یہاں کی عورتیں اپنی ساڑھی کو مثل مردوں کے

Marfat.com

دھوتی کے طور پر پیچھے کی طرف ٹانک لیتی ہیں۔ گھٹنے کے اُوپر تک اور آدھی پنڈلیاں کھلی رہتی ہیں۔ یہاں کے ہندوؤں کی پگڑیاں بھی بڑی بڑی لمبی سر پہ ٹوکرا سا رکھا رہتا ہے۔ اس ملک کی زبان گجراتی یا مرہٹی ہے جب ہم ریل سے اُتر کر تھانہ کے بازار میں جیل کی طرف پا پیادہ چلے جاتے تھے تو ہمارے ساتھی قیدیوں نے چند مٹھائی والوں کی دکانوں کو لوٹ لیا اور بے محابا اُس مال مسروقہ کو کھانے لگے۔ بے چارے دکاندار اُن کو قیدی سمجھ کر چپ ہو رہے بلکہ ہم نے دیکھا کہ بعض دکاندار اپنی مٹھائی لٹوا کر بہت خوش ہوئے اور قیدیوں کے منہ میں پڑنے کو بڑا پُن سمجھے۔

(۱۶)

باب

تھانہ جیل

چلتے چلتے قریب شام کے ہم تھانہ جیل کے دروازہ پر پہنچے۔ جیل کیا ایک مرہٹوں کے وقت کا بڑا مستحکم اور مضبوط قلعہ ہے جس کے چاروں طرف ایک بڑی گہری پختہ خندق بنی ہے۔ جیل کے اندر داخل ہونے کے ساتھ ہی ہماری تلاشی شروع ہوئی اور ہم سب کی جوتیاں اُتروا لی گئیں۔ اور پھر چلتے وقت واپس نہ ملیں۔ سُنا ہے کہ ایک دفعہ کسی دل جلے قیدی نے داروغہ جیل کو جوتیوں سے مارا تھا اُس وقت سے یہ قانون یہاں ہو گیا کہ قیدی جیل میں جوتہ نہ پہنے اور ننگے پاؤں

Marfat.com

پھرا کرے تاکہ دوبارہ ایسی نامعقول حرکت نہ کرے ۔ رات کو دو دو جوار کی روٹیاں اور تھوہر کی دال دے کر علیحدہ علیحدہ کوٹھڑیوں میں ہم کو بند کر دیا۔ مگر بتائید الٰہی دوسرے دن سے پنجابی قیدیوں کو گندم خور ملک کے آدمی سمجھ کر گیہوں کی روٹیاں ملنے لگیں۔ اور ہمارے بعد سے یہ خصوصیت کل چالان آمدہ پنجاب کے واسطے ہمیشہ کے لیے مقرر ہوگئی۔ فجر کو ہمارے سب چالان کو پتھر توڑنے کی مشقت دی گئی۔ جس کو بمشکل تمام ایک دو دن کیا۔ دو روز بعد ہمارے پہنچنے سے وہاں دری بافی کا کام شروع ہوگیا۔ اور ہمارے چالان کے پنجابی قیدی اس کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مگر انھوں نے مجھ کو اور مولوی یحییٰ علی صاحب کو دری بافوں کا استاد بیان کر کے اپنے ساتھ لے لیا۔ جہاں ہمارا ایک مہینہ بڑے آرام کے ساتھ طے ہوا۔ اس جیل اور ملک میں مرہٹی زبان کا دفتر ہے۔ فارسی اور اردو داں یہاں بھی ناخواندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اب کراچی اور تھانہ کے دفتروں کا یہ حال دیکھ کر ہم کو تو یقین ہوگیا تھا کہ اب ہم باقی عمر ناخواندوں میں شمار ہوں گے اور قلم پکڑنے کی نوبت شاید ہی آئے۔ وہ امید جو ہم کو فن منشی گری سے تھی قطع ہوگئی اب فقط فضل الٰہی کی امید باقی رہ گئی۔ اس جیل کا بڑا جیلر یا داروغہ تو ایک برہمن بڑا مدمغ آدمی تھا۔ مگر ابراہیم نام ایک مسلمان نائب داروغہ حتے المقدور خود ہماری بہت خاطر داری کرتا تھا۔ اب ایک مہینہ رہنے کے بعد یہاں سے بھی ہمارے چلنے کی تیاری ہوئی۔ اس مسلمان نائب داروغہ نے چلتے وقت ہماری بھاری بیڑیاں

Marfat.com

نکلوا کر براۓ نام ہلکی بیڑیاں ڈلوا دی تھیں۔ ہند کے جیل خانوں میں دیسیوں کو خصوصاً شریفوں کو بڑی مشکل ہے۔ نہ کھانے کپڑے کا بندوبست ہے نہ پاخانے کا۔ رات کو ہر موسم میں بارکوں میں مثل جانوروں کے بند کر دیتے ہیں۔ بدمعاشوں کو البتہ آرام ہے۔ ہمارے دیسیوں کے مدارج کا کچھ لحاظ نہیں۔ کالے کالے سب ایک سمجھ کر راجہ۔ نواب۔ مہتر۔ چمار سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔ مگر کوٹ پتلون والوں کی ہاں کبھی بہت یوروپین و دو غلے دونوں مثل صاحب لوگوں کے وہاں بھی چین کرتے ہیں۔

باب (۱۷)

کالا پانی کو روانگی

واقعہ ۸ر دسمبر ۱۸۶۶ء بسواری جہاز جمنا ہم بمبئی سے کالے پانی کو روانہ ہوئے۔ یہ جہاز ولایت انگلینڈ کا تھا۔ اس کے کل خلاصی اور افسر گورے تھے۔ ہندوستانی بات کوئی نہ جانتا تھا۔ موتی لال بابو ایک انگریزی دان قیدی اس جہاز پر ہمارے ساتھ تھا۔ اس کی معرفت سے جہاز والوں سے ہم کچھ بات چیت کیا کرتے تھے۔ مجھ کو تو اس وقت ایک انگریزی بات بھی معلوم نہ تھی جہاز پر دال بھات اور سوکھی مچھلی مسلمانوں کی خوراک تھی اور ہندؤں کو چینا ملتا تھا۔ ہمارے ساتھی پنجابیوں کو جو روٹی

کھانے کے عادی تھے۔ مہینہ بھر دو وقتہ چاول کھانے سے بڑی تکلیف ہوئی جب جہاز سمندر میں پہنچا تو طوفان اور تلاطم سے ہلتا تھا۔ اکثر آدمی قے متلی سے بیمار ہو گئے - ایک پنجابی قیدی میعادی ہفت سالہ جس کے صرف پانچ برس اس وقت باقی رہ گئے تھے بیمار ہو کر جہاز پر مر گیا ہم لوگوں نے موافق قاعدہ شریعت کے اس کے غسل اور کفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر اس کی لاش کے ساتھ بہت سے پتھر باندھ کر سمندر میں چھوڑ دیا۔ ہمارے محافظ مرین پلٹن کے سپاہی جو بمبئی سے ہمارے ساتھ آئے تھے ہم لوگوں پر بہت مہربانی کیا کرتے تھے۔ جب سیلون یا لنکا کے برابر ہمارا جہاز پہنچا تو سمندر میں تلاطم معلوم ہوا۔ وہ ہزاروں من کا جہاز مثل گیند کے پانی پر اچھلتا تھا کبھی سمندر کا پانی پہاڑ کی طرح ایک طرف سے آتا اور کبھی جہاز نیزوں نیچے پانی میں چلا جاتا۔ ۳۴ روز کے سفر دریائی کے بعد ار جنوری ۱۸۶۶ء کو ہمارا جہاز قبل از دوپہر پورٹ بلیر انڈمان میں پہنچا۔ انبالہ سے چل کر گیارہ مہینے کے بعد داخل انڈمان ہوئے۔

باب (۱۸)

انڈمان

دور سے سمندر کے کنارے کے کالے کالے پتھر ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا بھینسوں کے جھنڈ کے جھنڈ پانی میں پھر رہے ہیں۔ لنگر ڈالنے

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد محافظ بندر پورٹ بلیر ایک کشتی میں سوار ہوکر جہاز پر آئے۔ اس کے ایک ہندوستانی ملاح سے میں نے پوچھا کہ یہاں کچھ منشی محرروں کی بھی قدر ہے اور دفتر کس زبان میں ہے۔ وہ شخص قرینہ سے مجھ کو منشی معلوم کرکے میری تسلی کے واسطے مبالغہ کرکے بولا کہ یہاں کے حاکم اور مالک تو منشی ہی ہیں۔ وہ جو چاہیں سو کریں خیر اس ناامیدی پر جو کراچی اور تھانہ میں ہوئی تھی یہ مژدہ سُن کر کسی قدر تسلی ہوئی۔ پھر بڑے بڑے بوٹ اور کشتیاں کنارے سے آئیں اور ہم کو سوار کرکے روس نام ٹاپو صدر مقام انڈمان میں لے گئے۔ جب ہم کنارے کے نزدیک پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ بیسیوں منشی اور مولوی سفید اور فاخرہ لباس پہنے ہوئے ہمارے منتظر کھڑے ہیں۔ ابھی ہم کشتی میں سوار تھے کہ ایک آدمی نے کنارہ پر سے آواز بلند پوچھا کہ محمد جعفر اور مولوی یحییٰ علی صاحب بھی اس جہاز میں آئے ہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں وہ دونوں آئے ہیں۔ میرا جواب سُن کر وہ لوگ پانی میں کود پڑے اور ہم لوگوں کو ہاتھوں ہاتھ کشتی سے نیچے اُتار لیا۔ نیچے اُتر کر ہم کو یہاں معلوم ہوا کہ مولوی احمد اللہ صاحب ہم سے ایک برس بعد پٹنہ میں قید ہوکر ۱۲ جون ۱۸۶۵ء کو ہم سے چھ مہینے پہلے پورٹ بلیر میں پہنچ گئے اور ایک دوسرے جہاز کے قیدیوں سے جو ہم سے اول آئی جیل تھانہ سے چل کر فقط دو روز پہلے ہم سے پہنچے تھے۔ ہماری آمد کا حال معلوم کرکے مولوی صاحب ہمارے منتظر تھے۔ اور یہ سب لوگ انہیں کے اشارے ہمارے لینے کو گھاٹ پر آئے تھے خیر ہم لوگ بوٹ سے اُتر کر اسی مجمع کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرتے ہوئے اپنے حالان کے قیدیوں سے جُدا ہوکر منشی غلام نبی صاحب

Marfat.com

محرر مرین ڈیپارٹمنٹ کے مکان پر پہنچے وہاں مولوی احمد اللہ صاحب اور دوسرے
اکثر معزز لوگوں سے ہماری ملاقات ہوئی اور اسی مکان میں ہم تینوں آدمی رہنے
لگے۔ اُسی دم ہماری بیڑی کٹوا دی اور عمدہ لباس جو ہمارے واسطے تیار کر کے
رکھا تھا ہم کو پہنایا گیا اور تمام جلسہ کے ساتھ ہم نے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا
کھایا اور اس تاریخ سے تاریخ رہائی تک ہم نے پھر بارک یا لباس یا کھانا
قیدیوں کا کبھی نہیں دیکھا۔ گو اسی تاریخ سے ہم قید سے رہا ہو گئے گو اگلے
برس تک مثل ملازمان کالے پانی میں رہے اسی شام سے گھر گھر ہماری دعوتیں
ہونے لگیں اور وہ وہ نفیس اور عمدہ کھانے ہم کو کھلائے گئے کہ مدت میں
مجھ کو تو کبھی ایسے کھانے نصیب بھی نہ ہوتے تھے۔ وہ ہمارا خیال کہ اب ہم کو
ساری عمر صرف جیل کا کھانا کھانا پڑے گا۔ اُس قادر مطلق نے اس نعم البدل سے
ہمارے دل سے قلع قمع کرا دیا اور اپنی قدرت کو دکھلا دیا جب ہم اس
جزیرے میں پہنچے ہزاروں مرد عورت قیدیوں کو دیکھا کہ ماتھا اُن کا کھود کر
پیشانی پر اُن کا نام اور جرم اور لفظ دائم الحبس لکھا ہوا ہے۔ کہ وہ نوشتہ
مثل نوشتہ تقدیر کے تمام عمر نہیں مٹتی۔ مگر بہ تائید الٰہی سنیئے کہ ہمارے پہنچنے
سے کچھ عرصہ پہلے وہ حکم ماتھا کھودنے کا تمام عملداری سرکار سے ہمیشہ کے
واسطے موقوف ہو گیا تھا اس سبب سے اس کے داغ دائم الحبس سے بھی
ہم محفوظ رہے۔

جزائر انڈمان خلیج بنگال کے مشرق کو ۹۲ درجہ ۴۰ دقیقہ طول شرقی اور
۱۱ درجہ ۴۳ دقیقہ عرض شمالی پر کلکتہ سے قریب چھ سو میل کے واقع ہیں۔ یہ

Marfat.com

مجموعۂ جزائر ۱۷۴۶۹ میل کے گھیرے ہیں جن میں قریب ایک ہزار جزیروں کے شامل ہیں تمام انڈمان مشہور ہے۔ علم طبقات الارض کے محققوں کا یہ قول ہے کہ یہ جزائر کسی زمانہ میں بر اعظم ایشیا سے ملے ہوئے تھے۔ پھر زمانے کے پھیر پھار اور سمندر کی موجوں سے کٹتے کٹتے اول یہ ٹکڑا بر اعظم ایشیا سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور پھر آخر کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہوتے ہزاروں چھوٹے چھوٹے جزیرے ہو گئے۔ یہاں پانچ روز میں کلکتہ سے اگنبوٹ پہنچتا ہے اور تین روز میں رنگون سے مولمین یہاں سے تین سو میل مشرق و شمال اور سنگاپور چار سو میل گوشہ مشرق و جنوب میں اور پیانگ تین سو پچاس میل مشرق میں اور نکوبار یا ننکوڑی اسی میل جنوب میں اور مدراس آٹھ سو میل مغرب اور لنکا آٹھ سو میل گوشہ مغرب و جنوب میں واقع ہیں یہ جزائر سب پہاڑ ہیں ہموار زمین بہت کم ہے۔ یہاں سب سے اونچا پہاڑ مونٹ ہریٹ کا ہے جو سطح سمندر سے ۱۱۶ فٹ اونچا ہے میٹھے پانی کا کوئی ندی نالہ یہاں جاری نہیں ہے برسات کے موسم میں بعض اونچے ٹیکریوں اور ٹیلوں سے پانی کے جھرنے بہا کرتے ہیں۔ لیکن ایام خشکی میں بند ہو جاتے ہیں۔ کوئیں اور ڈگیاں یہاں بکثرت ہیں۔ یہاں کے جزائر میں پورٹ بلیر کے اندر کو ایک گندھک کا پہاڑ ہے اُس سے ہر وقت آگ کے شعلے نکلا کرتے ہیں۔ یہاں کے جنگل میں سوائے سور کے اور کوئی چرپایہ درندہ یا چرندہ نہیں ہے۔ لعاب ابابیل یہاں کا ایک عمدہ تحفہ ہے۔ قوت باہ کے واسطے ماہی سقنقور سے بڑھ کر سمجھا جاتا ہے اور بہت گران مثل نقرہ اور طلا کے بکتا ہے۔ یہاں کے جنگلوں میں ہزاروں قسم کی عمدہ اور پائدار لکڑیاں موجود ہیں مگر ہمارے ملک کی لکڑیاں

موجود ہیں۔ مگر ہمارے ملک کی لکڑیوں سے سراسر غیر ہیں۔ بید بھی یہاں کے جنگل میں کئی قسم کا ہے اور اس کی کیٹریاں بطور تحفہ کے ملک ملک کو جاتی ہیں عقیق البحر کی چھڑیاں مثل کالی ناگنی کے اور سنکھ اور ہزارہا قسم اور رنگ برنگ کی کوڑیاں اور طرح طرح کی سیپیاں یہاں کے سمندر سے نکلتی ہیں اور ملکوں کو بطور تحفہ کے جاتی ہیں۔ آم۔ املی۔ جامن کٹھل۔ بڑھل۔ جانپھل ناریل اور پان وغیرہ کے درخت جو گرم ملک کے جنگلوں میں ہوتے ہیں یہاں سب خودرو موجود ہیں۔ اب جنگل کے صاف ہو جانے سے پچاسوں گاؤں بھی یہاں آباد ہو گئے اور ہر قسم کی ترکاری اور گرم ملکوں کے پھل اور دھان اور مکئی۔ جوار مونگ و ماش و اوکھ یعنی نیشکر وغیرہ کثرت سے یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ مگر گیہوں جو وغیرہ ربیع اور سرد ملکوں کے اناج یہاں بالکل پیدا نہیں ہوتے لیکن سرکار گیہوں چنا وغیرہ کلکتہ سے لاکر بحساب سات پائی فی پونڈ یعنی سوا آنہ سیر کے فروخت کرتی ہے۔ اس سبب سے اس ملک میں کبھی قحط نہیں پڑتا۔ ہمیشہ ایک ہی نرخ سے غلہ بکتا ہے۔ آب و ہوا اس جزیرے کی [illegible] ایسی عمدہ اور صحت بخش ہے کہ اس کا ثانی پردۂ زمین پر کوئی مکان نہیں ہے۔ ہیضہ اور چیچک اور وبائی بخار اور آشوب چشم کے متعدی امراض بالکل نہیں ہیں۔ بیس برس ہم نے کبھی ایک بیمار بھی ان بیماریوں کا نہیں سنا۔ نہ یہاں سر اور کپڑوں میں جوئیں پڑتی ہیں اور نہ دوسرے موذی جانور مثل پسو اور مچھر کے ہوتے ہیں۔ خط استوا کے قریب ہونے کے سبب سے ہمیشہ بارہ ماس یہاں دن رات برابر ہوا کرتا ہے بہت ہی تھوڑا فرق پڑتا ہے۔ سردی گرمی یہاں دونوں نہیں ہمیشہ ہمارے ملک کے چیت بیساکھ کی کیفیت رہتی ہے۔ دسمبر جنوری

Marfat.com

رات کو ایک چادر اوڑھنے کی نوبت آتی ہے۔ سرمائی کپڑوں کا یہاں بالکل دستور نہیں نہ کوئی رضائی بناتا ہے۔ نہ دلائی نہ یہاں روئی ہے۔ نہ دھنیا، یہاں نہ کبھی موسم خزاں ہے نہ بہار بارہ مہینے درخت ہرے بھرے رہتے ہیں۔ غالباً یہاں کی موسم بہ عنایت۔ حال جنگلیوں کے جو ننگے مادر زاد پھرتے ہیں اس حکیم اور علیم نے بنائی ہے۔ اگر سردی یا گرمی ہو تو وہ ننگی مخلوق خدا فوراً ہلاک ہو جائے۔ یہاں کی بارشوں کی بہت کثرت مئی سے نومبر تک آٹھ مہینے برابر رات دن برستا رہتا ہے۔ اسی سبب سے یہاں کے مکانوں کی چھت ڈھلوئیں ہوتی ہے ہمارے ملک کی کچی اور چپٹی چھت اس بارش کا ایک دن بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اولے وہاں کبھی نہیں پڑتے نہ کبھی آندھی چلتی ہے۔ جنگل نہایت گنجان اور دشوار گذار ہے۔ درخت اتنے اونچے ہیں کہ گویا آسمان سے باتیں کر رہے ہے جب کسی درخت کو کاٹ کر گراتے ہیں تو سینکڑوں گز تک اُن کی ڈالیاں اور شاخوں کا اثر پہنچتا ہے۔ یہاں کے سانپ اور بچھو میں زہر نہیں لیکن یہاں کنکھجورے بہت زہریلے ہیں۔ یہاں کے جنگل میں قدیم سے ایک وحشی ننگی مادر زاد قوم رہتی ہے۔ مرد عورت کپڑا کوئی نہیں پہنتے اور نہ کپڑا اُن کو میسر آتا ہے ان جنگلیوں کا صحیح حال اب تک معلوم نہیں ہوا کہ کب اور کس ملک سے آکر یہاں آباد ہوئے اور ہمیشہ سے ایسے ہی وحشی ہیں یا کبھی مہذب بھی تھے۔ یا نہیں یہ جنگلی جیسا کہ مشہور تھا آدم خور نہیں ہیں۔ نہ ان کے بدن پر بال ہیں۔ قریب سو برس کے ہوئے سب سے اول لفٹننٹ بلیر ایک جہازی سردار نے یہاں آکر لنگر ڈالا تھا۔ اسی سبب سے پورٹ بلیر اس جزیرے کا

Marfat.com

نام ہوا۔ انہیں ایام میں جس کو سو برس ہوئے سرکار نے پہلے بھی قیدیاں حبس بعبور دریائے شور کا رکھنا تجویز کیا تھا۔ مگر ناموافقی آب و ہوا کے سبب سے ۱۷۹۶ء میں یہ جزیرہ آباد ہو کر پھر اُجڑ گیا تھا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد سرکار کو پھر اس کی ضرورت ہوئی اور مارچ سنہ ۱۸۵۸ء سے گویا دوبارہ اس کی آبادی شروع ہوئی اور پہلے پہل بغاوت کے قیدی یہاں لاکر رکھے گئے۔

باب (۱۹)

انڈمن کے اصل باشندے

شروع آبادی میں مدت تک جنگلی لوگ سخت مخالف رہے چنانچہ دو مرتبہ اُنھوں نے ڈاکٹر واکر صاحب سپرنٹنڈنٹ اول کے عہد میں بڑی بھاری جنگلیوں کی فوج جمع کر کے ایک دفعہ ہڈ پر دوسری بار ابرڈین پر حملہ کیا۔ آخر ملائمی اور حکمت عملی سرکار سے وہ فرمانبردار ہو گئے۔ اور اب جنگل یا بستی میں جہاں کہیں دسے ملتے ہیں تو نہایت خاطر داری سے پیش آتے ہیں۔ گو شروع آبادی میں ان وحشیوں نے بہت خون خرابے کیے تھے۔ یہ لوگ چار فٹ سے پانچ فٹ چار انچ تک اونچے مثل حبشیوں کے سیاہ فام۔ گول سر آنکھیں اُبھری ہوئیں۔ سر پر بھیڑ کے سے بال مگر نہایت مضبوط اور قوی ہوتے ہیں۔ ان کل جزائر انڈمان میں ان کی بارہ ذاتیں ہیں۔ ایک ذات کی زبان دوسری قوم سے بہت کم ملتی ہے۔ یہ جنگلی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا آسمان میں رہتا

Marfat.com

ہے وہی خالق ہر شے کا ہے اور سب سے بڑا ہے۔ وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا
وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا محل بہت عمدہ اور نفیس آسمان
میں ہے۔ اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اسی کے گھر سے پانی برستا ہے بجلی کا
شعلہ اور کڑک بھی اسی کے پاس سے آتی ہے۔ موت بھی اسے کے حکم سے ہوتی ہے
بھلائی اور روزی بھی وہی دیتا ہے۔ مسماۃ چانا پالک ایک اس کی جورو بھی
ہے۔ اس کی جورو کو بھی فنا نہیں اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوئی۔ مگر اس کا درجہ خدا
سے کم ہے۔ اس کا کام ہے کہ سمندر میں مچھلیاں پیدا کرے وہی مچھلیوں کو آسمان
سے گراتی ہے۔ یہ لوگ شیطان کے بھی قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سب برے
کام شیطان کراتا ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ شیطان دو ہیں ایک زمین کا شیطان
جس کا نام ارم چوگلا ہے۔ جب زمین پر کوئی ناگہانی موت سے مرجاتا ہے تو
یہ سمجھتے ہیں کہ ارم چوگلا نے مار ڈالا ہے۔ ایک سمندر کا شیطان ہے جس کا نام
جورو ونڈا ہے۔ جب کوئی آدمی ڈوب کر مرجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کو جورو ونڈا
نے مار ڈالا ہے۔ یہ لوگ فرشتوں کے بھی قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرد عورت
دونوں جنس سے ہیں اور جنگل میں رہتے ہیں اور انسانوں کی حفاظت کرتے
ہیں۔ یہ لوگ بھوت پریت کے بھی قائل ہیں مگر کہتے ہیں کہ ان کو کچھ اختیار
نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا یا غیر خدا کی کسی چیز کی پوجا نہیں کرتے۔ یہ لوگ طوفان نوح
کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک بار زمین پر ایسا طوفان آیا تھا کہ ساری دنیا
ڈوب گئی تھی۔ اور ان جنگلیوں کے بزرگ ایک کشتی بنا کر اس پر سوار ہو گئے تھے
اور ایام طوفان میں بہت دنوں تک اس کشتی پر سوار رہے۔ جب طوفان رفع ہوا

Marfat.com

تو وہ کشتی کسی پہاڑ پر منجملہ کوہ ہائے جزائر انڈمان کے ٹھہری تھی۔ یہ لوگ دو سے زیادہ گنتی نہیں جانتے۔ جب کوئی چیز دو سے زیادہ گنتے ہیں، تو انگلیوں پر اشارہ کرتے ہیں یہ لوگ ننگے مادرزاد پھرتے رہتے ہیں فقط عورتیں ایک چھوٹا سا پتا اندام نہانی پر ٹاگرے میں اٹکا کر رکھ لیتی ہیں۔ مرد عورت اپنے بدن کو تیل وغیرہ کے ٹکڑوں سے گود کر بھڑوں کا چھتا یا مکھی کا گیڑا سا بنا لیتے ہیں۔ مونچھ ڈاڑھی یا سر کے بال مرد عورت کوئی نہیں رکھتا۔ ان کو تیل کے ٹکڑوں سے تراش ڈالتے ہیں۔ ان کا بیاہ بھی بہت سیدھے سادے طور پر ہوتا ہے۔ بروقت شادی دولھا دلہن دونوں کے بدن کو گیرو اور چربی سے لال رنگتے ہیں اور ساری قوم اس وقت جمع ہوتی ہے۔ ایک آدمی اس جلسہ میں بطور قاضی کے ہوتا ہے وہی شخص دولہا کو اٹھا کر دلہن کے پاس لے جاتا ہے۔ اور دولہا کے سامنے بہت سے تیر و کمان رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان سے شکار کر کے اپنی عورت کی پرورش کرنا اور پھر وہی آدمی بآواز بلند لفظ آپ اک یعنی لے جاؤ یہ تمہاری بیوی ہے کہتا ہے۔ اس کہنے کے بعد عقد پکا ہو گیا اور پھر تا حیات دونوں کے نہ طلاق ہے نہ جدائی۔ شادی کے بعد ان میں زنا نہیں ہے۔ لڑکا پیدا ہوتے وقت پردہ کرنے کی ان کے یہاں کچھ ضرورت نہیں ہے مردوں کے سامنے عورتیں بچے جنتی ہیں بعد پیدا ہونے بچے کے ایک عورت پتوں سے مکھیاں ہانکتی ہے اور ایک عورت نال کاٹ کر بچہ کو گود میں لے کر بیٹھتی ہے۔ پہلے دن بچہ کو غیر عورت کا دودھ پلاتے ہیں۔ دوسرے دن بچہ کی ماں پلانے لگ جاتی ہے۔ اور بعد وضع حمل کے

Marfat.com

جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ خود یا اس کا کوئی عزیز نہایت بے دردی سے
اور اناڑی پنے سے بوتل کے ٹکڑوں سے زخم کر کے خون نکال دیتا ہے۔
اور جب کوئی مرجاتا ہے تو ایک ٹوکری میں مُردے کو رکھ کر اس کے گھٹنوں
کو مروڑ کر اس کی چھاتی تک لاکر باندھ دیتے ہیں اور سارے اعضاؤں کو
درخت کے چھلکوں سے کستے ہیں اور پھر قبر کھود کر اس میں گاڑ دیتے ہیں اور
قبر کے نزدیک آگ جلتی رہتی ہے اور ایک یا دو مہینے کے بعد اس کی قبر کھود
کر اس کا ماتم کر کے اس کی ہڈیوں کو اُس کے سب عزیز آپس میں تقسیم کر لیتے
ہیں اور پھر اُن کو حرزِ جان کر کے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور کسی لاش کو
بجائے گاڑنے کے ایک مچان پر رکھ دیتے ہیں یا کسی درخت کی شاخ پر
لٹکا دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مرنے سے آدمی نیست و نابود ہو جاتا
ہے دوبارہ زندہ ہونے اور جزا سزا آخرت کے قائل نہیں۔ وہ لوگ ناچتے
اور گاتے بھی ہیں۔ مگر کوئی باجہ اُس کے پاس نہیں ہے۔ اور نہ سُر تال اُن کو
معلوم ہے۔ ان لوگوں کا کوئی مذہب اور ملت نہیں ہے اور نہ کوئی اُن کا
مذہبی سردار اور ملا ہے۔ مگر اخلاق اور آدمیت اور دیانت اور راست بازی
ان میں ہے۔ پہلے یہ لوگ روپیہ اشرفی اور پیسوں کی کچھ قدر نہیں جانتے تھے۔
جو کوئی ان کو دیتا اس کو لے کر اور دیکھ بھال کر زمین پر پھینک دیتے تھے۔
مگر اب تو بڑے لالچی ہو گئے۔ راہ چلتوں سے پیسہ پیسہ کر کے سوال کرتے
ہیں۔ ان جنگلیوں کی عمر بہت کم ہوتی ہے اور ان کی لڑکیاں بھی بہت جلد
بالغ ہو کر اور تیس برس تک بڈھی پھوس ہو جاتی ہیں۔ دودھ تا تہ تام ایک

Marfat.com

ہندوستانی آدمی نے بہت عرصہ ہوا ایک جنگلی عورت سے شادی بھی کی تھی۔ مگر اُس کی رہائی ہو جانے کے سبب سے وہ ہندوستان کو چلا گیا اور بے چاری جنگلن کو وہیں چھوڑ آیا۔

سنہ ۱۸۵۸ء سے سنہ ۱۸۶۵ء تک ان جزائر کی آب و ہوا سم قاتل تھی۔ جس کو زخم ہو گیا وہ تین روز بعد مر گیا اور چوتھے دن مر گیا۔ زخم کیا تھا گویا پیام اجل تھا۔ شروع آبادی میں یہاں اسکروی کی بیماری بھی بڑے زور شور سے تھی۔ یہ ایک جہازی بیماری ہے۔ اِس سے مُنہ پک جاتا ہے اور پنڈلیاں سخت پتھر سی ہو جاتی ہیں اور آدمی مر جاتا ہے۔ اِس بیماری سے بھی ہزاروں راہی آخرت ہو گئے۔

باب (۲۰)

انڈمن کی زندگی

الحمد للہ والمنت ہمارے وہاں پہنچنے سے ایک برس پہلے وہاں کے سب امراض رفع ہو کر وہ جزیرہ خوبی آب و ہوا میں رشکِ کشمیر ہو گیا تھا۔ جہاں بیس برس تک ہمارا سر بھی نہ دکھا اور بڑے آرام اور راحت سے ہماری قید بسر ہوئی بوجہ کثرت بیماری اور نئی آبادی کے انگریزوں نے شروع میں یہاں کے قوانین بھی قیدیوں کے واسطے نہایت نرم کر رکھے تھے۔ اور قیدیوں سے ہر طرح کا سلوک کرتے تھے۔ مگر جب وہاں کی آب و ہوا عمدہ ہو گئی۔

Marfat.com

اور آبادی بھی بڑھ گئی۔ تب تو وہاں کے ایسے سخت قانون بنائے کہ الاماں۔
ہند کے جیلوں پر بھی سختی بڑھا دی مگر ہم لوگ ایک وسط زمانے میں پہنچے تھے
کہ آب و ہوا عمدہ ہو گئی تھی مگر ابھی قانون میں سختی کی ترمیم نہ ہوئی تھی۔ اس واسطے
از روئے قانون تمام جزائر مذکورہ کے ہم کو ہر طرح کا آرام اور آسائش اور عہدے
اور تنخواہ وغیرہ جاتے ہی مل گئے لیکن ہمارے پہنچنے کے تھوڑے دن بعد
وہاں کے قوانین سخت ہونے لگے۔ آخر کو اب یہاں تک نوبت پہنچی کہ گویا
قیدی یہاں اگر دس برس تک سخت مشقت کرے اور خبردار رہے نہ پختہ
کھانا پاوے اور وردی کا کپڑا پہنے اور بارک میں رہا کرے اور کسی قسم کی مہربانی
اس پر نہ کی جاوے چنانچہ قانون انڈمان مصدرہ ۱۸۷۶ء کا ایک فقرہ بطور
مثال ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سزا حبس بعبور دریائے شور سے سخت
مشقت کا کرنا اور فقط اس قدر کھانا پانا کہ جس سے آدمی زندہ رہے ضروری
لازم ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بھی خیر رہی کہ جس قدر نئے قانون سختی کے آتے رہے
وہ فقط آمد جدید قیدیوں پر مؤثر ہوتے تھے۔ ہم پرانے قیدی ہمیشہ ان سے
مستثنیٰ ہو جاتے تھے۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اس غدر ۱۸۵۷ء کی بدولت
بیسیوں راجے اور نواب اور زمیندار و مولوی مفتی و ڈپٹی کلکٹر و منصف و صدر
امین و صدر الصدور و رسالدار و صوبہ دار و جمعدار وغیرہ وہاں قیدی ہیں۔ مگر وہ معزز
ہندوستانی جنٹلمین بھی جن کے آگے سینکڑوں ہزاروں نوکر تھے بوجہ سیاہ
پوست اور جنم ہند کے دوسرے چوڑے چماروں کی طرح موٹا جھوٹا کھانا
پاتے اور عام لوگوں کے ساتھ سخت مشقت کرتے تھے۔ مگر حضرات یورپین

Marfat.com

گورے بلکہ اکثر دو غلے کالے کلوٹے بھی فقط بوجہ شرف کوٹ پتلون یا کلمۂ عیسائی کے پلٹن کے گوروں کے برابر کھانا کپڑا پاتے تھے۔ ایک علیحدہ بنگلیا اُن کے رہنے کو ایک نوکر بلا تنخواہ خدمت کو اور جس گورے یا دو غلے کو لائسنس مل گیا تو اُن کو پچاس روپیہ ماہوار تک نقد تنخواہ بھی ملتی ہے یہ تو سب کچھ تھا مگر ۱۸۵۹ء کا ایک نیا واقعہ عبرت انگیز دیکھ کر لوگوں کو رونا آتا تھا اور وہ یہ ہے۔ کہ ۱۸۷۹ء میں ایک بدبخت راجا جگن ناتھ پوری کا عیش کے واسطے مدت تک اخباروں نے بھی سر پھوڑا تھا قید ہو کر کالے پانی میں پہنچا۔ مگر بوجہ کالا چہرہ ہونے کے بے چارہ عام چوہڑے چماروں کے ساتھ کھانا پاتا اور مشقت کرتا تھا اور جب بوجہ نازک مزاجی اُس سے مشقت نہ ہوتی تو بیت اور جیل اور چکی پیسنے کی سزا پاتا رہا۔ آخر انہی صدمہ سے تھوڑے روز بعد وہ راجہ وہیں جیل میں مر گیا۔ اور انہیں ایام میں مسٹر لیمیز نام ایک کرانی بھی گورے بدن سے کالا مگر یورپین نام اور کوٹ پتلون سے مشرف ملک اودھ سے قید ہو کر وہاں پہنچا تھا اور اُس کو گوروں کیسا عمدہ کھانا ملنے لگا۔ ایک علیحدہ مکان پلنگ وغیرہ کل سامان عیش و آرام کا مل گیا اور بجائے مشقت کے کچہری ڈپٹی کمشنر میں کلارک ہو گیا چونکہ یہ کمبخت راجہ اور یہ خوش نصیب کرانی دونوں ایک ہی وقت میں وہاں پہنچے تھے یہ اختلاف سلوک اور طرف داری کوٹ پتلون اور ناقدری شرفاء و امراء ہند دیکھ کر ہر کسی کو رونا آتا تھا۔

Marfat.com

باب (۲۱)

شادی خانہ آبادی

اتفاق حسنہ اور فضل الٰہی سے ہمارے انڈمان پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد پچاس قیدی بغاوت ۱۸۵۷ء کے جن میں اکثر منشی اور جمعدار وغیرہ بھی تھے حسب الطلب راجہ بروکس کے جزیرہ سراوک کو کہ ایک ملائی ملک سنگاپور کے مشرق کو واقع ہے بھیجے گئے تھے۔ اس سبب سے عمدہ عمدہ عہدے منشیوں کے خالی تھے۔ میری لیاقت کا حال اُن لوگوں اس وقت بذریعہ اخباروں کے اور نیز مولوی احمد اللہ صاحب سے معلوم ہو چکا تھا اس واسطے میں تو جہاز سے اُترنے کے ساتھ ہی کچہری صاحب سپرنٹنڈنٹ اور چیف کمشنر میں محرر سررشتہ دار یا نائب میر منشی مقرر ہو گیا۔ ایک گھر رہنے کو ایک نوکر بلا تنخواہ خدمت کو مل گیا۔ مثل آزادوں کے جہاں چاہتا رہتا جہاں چاہتا جاتا۔ روک ٹوک مطلق نہ رہی۔ اس وقت میرا عین عالم شباب قریب سینتالیس کے سن و سال تھا جس میں تجرد کی دینی و دنیوی دونوں قباحتوں سے خالی نہ تھی اس واسطے اول میں نے چاہا کہ ملک سے اپنی بیوی کو بلاؤں مگر اس کو قانون مانع ہوا اس واسطے میں نے اپنے پہنچنے کے چند ماہ بعد ایک نو آمدہ کشمیری عورت سے شادی کر لی۔ یہ عورت نہایت کم سن ایک بلائے ناگہانی میں پھنس کر وہاں پہنچی تھی کچھ عرصہ میرے ساتھ رہنے سے بڑی دیندار

Marfat.com

اور خدمت گذار ہوئی۔ اب میں دیکھتا تھا کہ رفتہ رفتہ ہر ایک چیز کا جو ہند میں مجھ سے چھوٹی تھی نعم البدل مجھ کو ملنا شروع ہوا۔ اور جنہوں نے میری دشمنی پر کمر باندھی تھی ایک کے بعد ایک تباہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ میرے ہند میں واپس آنے کے وقت تک ہر شخص حسب مدارج خود اپنی اپنی جزا ر واجب کو دنیا ہی میں پہنچ چکا۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۶۷ء کو جس زمانہ میں یہ خاکسار جزیرہ پریسو پرنس سیٹلمنٹ میں تھا مولوی عبدالرحیم صاحب بھی انڈمان پہنچ گئے اور وہاں جا کر اول گھاٹ منشی مقرر ہوئے اور پھر اس کے کچھ عرصہ بعد ہسپتال محرر ہو گئے اور قریب برس کے اس طرح سے کار سرکار کر کے پھر انہوں نے دکان بزازہ کھولنے کا ٹکٹ لے لیا۔ اور اسی پیشہ دکانداری سے اُن کی رہائی ہو گئی۔

سمندر کے کنارہ کے ملکوں اور جہازی ملازموں اور سیاحوں پر اکثر بحری آفات بھی پڑا کرتی ہیں جن سے ہند کے آدمی سراسر ناواقف ہیں۔ کالے پانی میں بھی ہر سال بہت سے آدمی اور کشتیاں سمندر کی نذر ہو جاتی ہیں۔

باب (۲۲)

تین مہلک حادثے

مجھ کو بھی اس مدت بست سالہ میں بارہا ان آفات کا سامنا ہوا مگر عین ڈوبنے کے وقت جب میں چاروں طرف سے نا امید ہو کر اللہ رب العزت

Marfat.com

کی طرف سے دل سے رجوع ہوا تو اس رب قدیر نے فوراً بچا دیا۔ منجملہ بہت سے آفات کے جن میں یہ خاکسار مبتلا ہو کر وقتاً فوقتاً بچتا رہا۔ صرف میں تین واقعوں کا مختصراً یہاں ذکر کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں جزیرہ روس سے پرسوبرلنس پیٹ نام ٹاپو کو جاتا تھا۔ پرسوبرلنس پیٹ کے نزدیک پہنچکر ایسا سخت طوفان ہوا کہ کشتی ڈوبنے میں کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اس وقت ایک موج نے اُس کشتی کو اُٹھا کر پل سنگ کے نزدیک کر دیا کہ اس وقت میں اور ایک دو دوسرے مسافر پھرتی کر کے پل پر کود پڑے۔ ادھر ہمارا کودنا تھا کہ ایک دوسری موج نے اُس کشتی کو اُٹھا کر پل پر دے مارا پس کشتی پرزہ پرزہ ہو گئی اور باقی ماندہ لوگ سخت مجروح ہوئے۔ اسی طرح ایک روز ابرڈین سے روس کو جاتے وقت ایک طوفانی موج نے کشتی کو پل پر پٹکنا چاہا تھا کہ ہم کود کر پل پر جا کھڑے ہوئے۔ تب کشتی پل سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہو گئی اور اکثر مسافر مجروح ہو گئے بار برداری ڈوبنے سے بچے۔ ایک تیسری بار ہماری کچہری کا سارا عملہ ایک کشتی میں سوار ہو کر روس سے ابرڈین کو آتا تھا۔ وسط راہ میں ایک ایسا سخت طوفان آیا کہ سب لوگ ناامید ہو گئے اور اپنے کو مردہ سمجھ چکے تھے بارش اور ہوا بھی بڑے زور سے تھی، نہ نزدیک کنارہ تھا نہ کوئی فریادرس تھا۔ اندھیرا ایسا تھا کہ کنارہ سے ہماری اس مصیبت کو کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت کشتی کا سکان بھی ٹوٹ گیا۔ پانی سے کشتی بھر گئی کوئی چارہ کار و علاج باقی نہ رہا تب میں نے اس فریادرس اور دستگیر درماندگاں کو پکارا۔ میرا دعا کرنا تھا کہ غیب سے ہمارے

Marfat.com

نزدیک بیک ایک بڑی کشتی جس میں سردار بگھیل سنگھ سپرنٹنڈنٹ پولیس سوار تھے ظاہر ہو گئے اور ہم کو اس حال تباہ میں دیکھ کر جھٹ پٹ انہوں نے ہم کو اپنی کشتی میں لے لیا اور صحیح سلامت کنارہ تک پہنچا دیا۔

جنوری ۱۸۶۸ء میں یہ خاکسار جزیرہ ہدد کو بدل آیا۔ اور وہاں اسٹیشن محرر مقرر ہو گیا۔ ۲۰ فروری ۱۸۶۸ء کو بمقام روس مولوی یحییٰ علی صاحب راہی فردوس ہوئے۔ اور گو میں اُن سے بہت فاصلہ پر جزیرہ ہدد میں تھا اور مجھ کو اُن کی بیماری تک کی بھی اطلاع نہ ہوئی تھی مگر تقدیر مجھ کو عین اس وقت جزیرہ روس کو لے گئی کہ جب اُن کا جنازہ تیار ہو کر نماز پڑھنے کی تیاری ہو رہی تھی ہمارے مقدمے کے کل آدمی اُن کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو گئے تھے۔ میری بیوی مولوی یحییٰ علی صاحب سے مرید بھی تھی اور اُن سے بہت محبت کرتی تھی اُس کو اس موت کے سبب سے زیادہ صدمہ پہنچا۔ بلکہ ۳۰ اپریل ۱۸۶۸ء کو مولوی صاحب کی وفات سے سوا دو ماہ بعد وہ نیک بخت بھی راہی فردوس ہوئی۔ ہند سے قید ہو کر جانا گویا اس بی بی کا اسی خاتمہ بخیر کے واسطے تھا۔ کہ تھوڑے دنوں میں اس کو نصیب ہو گیا۔

باب (۲۳)

تجارت

اس بی بی کی وفات کے بعد میں نے سب زیور وغیرہ فروخت کر کے

Marfat.com

بقدر تین سو روپیہ کے دہلی کو اپنی بیوی کلان کے پاس بھیجے تھے کہ ان کا مال قسم جوتا وغیرہ سے خرید کر کے میرے پاس بھیجدیوے کیونکہ ان ایام میں پوٹ بلیر میں دہلی کا مال تگنے چوگنے دام پر فروخت ہوتا تھا۔ مگر یہ مال راہ میں بہت ضائع ہو گیا اور دہلی سے روانہ ہونے کی تاریخ کے دو برس بعد بٹر گل کے تھوڑا سا مال ۱۸۷۰ء میرے پاس پہنچا تھا جس میں سے فقط ایک سو پچاس روپیہ مجھ کو وصول ہوتے اور یک صد پچاس روپیہ بھی جب دوبارہ ایک دوست کے پاس کلکتہ کو واسطے منگانے اور مال کے میں نے روانہ کیے تو بنگالی باؤں نے مخبری کر کے وہ ہنڈوی پکڑوا دی تھی کیونکہ میں ملازم سرکار اور مجھ کو پیشہ تجارت کا کرنا منع تھا۔ میں نے وہ مال ایک سوداگر کے نام سے منگایا تھا اور ہنڈوی ایک افسر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی طرف سے تھی خط بمطلب مال میری طرف سے لکھا ہوا تھا۔ وہ لفافہ معہ خط اور ہنڈوی کے گرفتار ہو کر صاحب چیف کمشنر بہادر کے سامنے پیش ہوا۔ بلحاظ صورت مقدمہ ضبطی ہنڈوی اور میری سزا کا پورا سامان ہو گیا تھا۔ مگر خداوند تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھ کو اور ہنڈوی دونوں کو بچا لیا۔ لیکن وہ سوداگر جن کے پاس ہنڈوی بھیجی گئی تھی اس کا روپیہ وصول کر کے کلکتہ سے فرار ہو گیا۔ غرض پیشہ تجارت میرے واسطے منظور نظر الٰہی نہ تھا جس کو اس تاریخ کے بعد میں نے پھر کبھی نہیں کیا اس بیوی کی وفات کے بعد میں اور دو برس مجرد رہا مگر یہ وہ ٹاپو جہاں اس حالت تجرد میں میرا قیام تھا۔ عورتوں سے بھرا ہوا اور میں اس ٹاپو میں افسر تھا۔ بہت سی عورتوں نے مجھ کو اپنا شکار کرنا چاہا مگر حفاظت اور حمایت غیبی میرے شامل حال رہی اللہ رب العزت

نے مجھ کو ہلاک ہونے نہیں دیا گو میرے عہدہ کے سبب سے رات دن مجھ کو ان وحشیوں کے ساتھ ملنا پڑتا اور طرح طرح کے ایسے سرکاری کام بھی پڑتے کہ وہ اکثر میرے گھر میں بھی آتیں اور میرے پھنسانے کی کوشش بھی کرتیں۔ لیکن جس کو خدا بچاوے اُس کو کون مارے۔ میں نے یہ کیفیت دیکھ کر اپنی بیوی کو پانی پت سے پھر بلانا چاہا۔ مگر اُس وقت وہ راضی نہ ہوئی اور جب ایک دفعہ اس کی رضامندی بھی ہوئی تھی تو میری درخواست حاکم وقت نے نامنظور کردی۔ اس واسطے مجبور ہوکر کسی نیک بخت عورت سے وہیں نکاح کرنے کی صلاح ٹھہری اور اس بات میں درگاہِ الٰہی میں بھی التجا کی گئی۔ کہ اس مقدمہ میں جیسے تجھے پسند ہو پردۂ غیب سے اُسے ظاہر کردے اور کسی نیک بخت سے میرا سنجوگ کرائیو۔ اول بعض دوستوں کی صلاح سے یکے بعد دیگرے دو پنجابی مسلمان عورتوں سے میرے نکاح کی بات چیت شروع ہوئی۔ مگر باوجود رضامندی طرفین اور نہ ہونے کسی ظاہری مانع کے ان دونوں جگہوں کی صلاح خود بخود موقوف ہوگئی اور غیب سے وہ بات درہم برہم ہوگئی اس وقت اس موقوفی کے اسرار ظاہر معلوم نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ دونوں عورتیں بارک میں بند رہتی تھیں۔ ان کے چال چلن پر کوئی رائے قائم نہیں ہوسکتی تھی، مگر تھوڑے روز بعد جب وہ دوسرے آدمیوں سے شادی کرکے بارک سے باہر ہوئیں تو پوری فاحشہ اور بدکار نکلیں اس وقت وہ حکمتِ الٰہی موقوفی میری شادی کی معلوم ہوئی اور اس حفاظتِ غیبی پر میں شکرِ الٰہی بجالایا اس مابین میں کہ میں ایک صالح اور جوان عورت کا متلاشی تھا۔

Marfat.com

باب (۲۴)

دوسری شادی

ایک ہندو عورت قوم برہمن ضلع الموڑہ کی رہنے والی نئی قید ہو کر وہاں پہنچی اور بارک عورات ہدو میں ہمارے حوالہ ہوئی۔ میں نے اس کو دیکھا کہ نہایت خوش چلن اور شرمناک عورت ہے۔ مگر پرے سرے کی اپنے ہندو دھرم میں متعصب تھی کسی مسلمان عورت کے نزدیک کھڑا ہونا اور کپڑا چھونا تک گوارا نہیں کرتی تھی۔ بارک کی مسلمان عورتیں اس کے تعصب سے تنگ آگئیں۔ میں نے بر سبیل تذکرہ ایک روز اس سے کہا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو تیرے واسطے دنیا اور آخرت میں بھلا ہوگا۔ اور آگ دوزخ سے بھی نجات پاوے گی۔ پہلے تو یہ سوال سن کر اس کو سخت حیرت ہوئی۔ لیکن روز ازل سے اس کا مسلمان ہو کر میرے بہت سے بچوں کی والدہ ہونا مقدر ہو چکا تھا اور اسی سبب سے گو وہ برہمنوں کے گھر ایسے ملک کوہستان میں پیدا ہوئی تھی جہاں اب تک بھی مسلمانوں کا نام و نشان نہیں۔ مگر تو بھی ہمیشہ شرک اور بت پرستی سے بیزار رہتی تھی اور کبھی بھی بتوں کی پوجا میں شریک نہیں ہوئی۔ گو اس بیزاری کا سبب خود اس کو بھی معلوم نہ تھا۔ بلکہ اس کی وضع اور عادت کو دیکھ کر ایک جوتشی برہمن نے اس کی والدہ کو یہ خبر بھی دی تھی کہ یہ لڑکی جلد تم سے جدا ہو جاوے گی۔ ادھر اپریل ۱۸۶۸ء میں میری

Marfat.com

کشمیرن بیوی فوت ہوئی ۔ ادھر الموڑہ کے پہاڑ پر میری اس برہمنی بیوی پر ایک ناگہانی مقدمہ کھڑا ہو کر گرفتار ہو گئی ۔ چنانچہ مختصر صورت اس مقدمہ کی یہ ہے کہ ایک لڑکی جو اس میری بیوی کے ساتھ باہر ایک ڈھئے کنوئیں پر کھیل رہی تھی ۔ پاؤں پھسل کر کنوئیں میں گر کر سخت مجروح ہو گئی ۔ گو اِس ناگہانی آفت میں میری بیوی کا کچھ قصور نہ تھا ۔ مگر ان دونوں لڑکیوں کے والدین میں سخت عداوت تھی ۔ بوجہ اس عداوت کے ایک مقدمہ اقدام قتل اس بے گناہ پر کھڑا کر دیا گیا وہ زخم بھی چند روز کے بعد اچھا ہو گیا تھا اس سبب سے قانوناً یہ مقدمہ اس لائق نہ تھا کہ اس میں دائم الحبسی کی سزا دی جاوے مگر اس حکیم اور قدیر کو اُس وقت اس بیوی کا پورٹ بلیر پہنچانا اور میری بیوی کرانا منظور تھا ۔ تو اس جرم میں گرفتار ہو گئی ۔ پہلی ہی شب گرفتاری کو بوقت سحر اُس نے ایک بزرگ نورانی چہرہ بوڑھے مسلمان کو خواب میں دیکھا جس نے اُس کو ایک ٹھوکر مار کر اس سے کہا کہ اُٹھ نماز پڑھ اور دعا کر تیرے واسطے قید ہونا اچھا ہوا ۔ اس نے اس سے پہلے ایسی شکل اور ہیئت کا انسان کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ لفظ نماز اور دعا کا کبھی سُنا تھا ۔ گھبرا کر جاگ اُٹھی اور محافظین جو ایک مسلمان سپاہی تھا اس سے یہ خواب بیان کر کے اس کی تعبیر پوچھی جس نے کہا کہ تو ضرور قید ہو کر مسلمان ہو جاوے گی ۔ یہ تعبیر گو اُس وقت اُس کے دل پر نہایت شاق اور غیر ممکن معلوم ہوئی تھی گو بوجہ اُسی قبولیت ازلی اور تعبیر رؤیا حقہ کی اب اس نے آخر میرے کہنے کو قبول کر لیا اور مسلمان ہونے اور مجھ سے شادی کرنے پر راضی ہو گئی ۔ اتفاقِ حسنہ سے اُنہیں ایام میں رمضان

Marfat.com

شریف آ گیا۔ میں نے ستائیسویں شب رمضان کو ایک بڑا دھوم دھام کا کھانا کر کے اس کو مسلمان بنایا اور جب ارکانِ اسلام اور نماز وغیرہ خوب سیکھ گئی تو حاکم وقت سے اطلاع کر کے ۱۵ اپریل سنہ ۱۸۷۰ء کو اس سے نکاح کر لیا۔ صدہا آدمی میرے نکاح میں شریک ہوئے تھے اور ہمارے مولانا مولوی احمد اللہ صاحب نے یہ نکاح پڑھا تھا۔ دوسرے دن بڑی دھوم دھام سے اس کا ولیمہ ہوا۔ اس بیوی سے مجھ کو دس بچے پیدا ہوئے جن میں سے آٹھ بچے اس وقت تک زندہ موجود ہیں۔ اور یہی بیوی پورٹ بلیر سے ہند کو میرے ساتھ آئی۔ اور یہ بائیس برس گذشتہ اس نے نہایت رفاقت اور اطاعت اور عصمت سے بسر کیے۔ اور توحید اور توکل میں بھی یہ بی بی لاثانی ہے۔ اللھم زد فزد۔

باب (۲۵)

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

میں نے پورٹ بلیر میں پہنچکر چند خطوط مشعر اپنے آرام سے رہنے اور شادی کرنے اور بطور آزاد نوکری بسر کرنے کے حاجی محمد شفیع صاحب انبالوی کو وقتاً فوقتاً لکھے تھے اور ان لوگوں کو جو دوسرے بے قصور مسلمانوں کو پھنسا کر بطور نیم رہا شدہ کے ذلت کی جوتیاں کھاتے پھرتے تھے۔ حسرت دلانے کے واسطے اپنی راحت اور تائیدات الٰہی کو خوب الفاظ مبالغہ میں بیان کیا تھا۔

Marfat.com

لیکن کبھی کسی خط کا جواب میرے پاس نہیں آیا۔ مگر اس مابین میں مجھ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ کسی نے وہ خطوط بنظر اظہار خیر خواہی سرکار میں پیش کر دیے اور گورنمنٹ ہند تک پہنچ کر اُن پہ بہت بحث ہوئی اور سپرنٹنڈنٹ پورٹ بلیر سے کیفیت بھی طلب کی گئی۔ اور قریب تھا کہ اگر فضل الٰہی میرے شامل حال نہ ہوتا اور حکام پورٹ بلیر میرے واسطے بطور وکیل نہ جھگڑتے اور ان مہربانیوں اور رعایتوں کا مجھ سے چھین لینا خلاف فائدۂ عام پورٹ بلیر کے نہ ہوتا تو میرے واسطے ہمیشہ سخت مشقت کرنے کا حکم ہو جاتا اور یہ بھی ایک شانِ الٰہی اور تائیدِ غیبی تھی کہ جان لارنس صاحب بہادر گورنر جنرل مجھ جیسے غریب قیدی جس کے وارنٹ میں تاحیات سخت مشقت کرنے کا حکم ہو سخت مشقت کرانا چاہتے اور وہ رب العزت ایسے جھگڑوں پر بھی مجھ کو مشقت سے بچا لیوے ایک یہ امر بھی تائیدِ الٰہی سے تھا کہ جب ہم پورٹ بلیر پہنچے اُس وقت وہاں کے سب حاکم مدراس احاطہ کے تھے۔ بغاوت ۱۸۵۷ء اور وہابیوں سے کچھ بھی واقف نہ تھے اس سبب سے اُن کے سینے بہت صاف از تعصب تھے اُنہوں نے ہمارے ساتھ کچھ تعصب نہیں کیا۔ بلکہ یوں خوش چلنی اور عمدہ کارگزاری کے ۱۸۷۰ء تک سب قیدیوں سے زیادہ مہربانیاں اور رعایتیں ہمارے ساتھ ہوتی رہیں۔ لیکن جب اوّل بار ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے نمک مرچ لگا کر ہمارے مقدمہ کو رائی سے پہاڑ اور رسی سے سانپ بنایا اور لکھ دیا کو وہابی اور باغی دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور پھر بنگال کو رکے صاحب لوگ اس جزیرے میں آنے لگے اس وقت تو ہم لوگ

Marfat.com

ایک نشانہ ہو گئے راہ گلی چلتے میں ہماری طرف اشارے ہوا کرتے تھے اور بہت سے صاحب لوگ ہمیشہ اسی گھات میں رہتے کہ کوئی موقع اور قانونی حیلہ پاکر ہم کو تکلیف دیں۔ لیکن جب ایسا حافظ حقیقی کسی کی محافظت کرے تو اس کو کون تکلیف دے سکتا ہے۔ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ جب ایک صاحب درپے تکلیف دینے ہمارے کے ہوا تو اس کے مقابل دوسرا صاحب اس سے بھی بڑا ہماری مدد اور اعانت کو کھڑا ہو گیا۔

کرنیل بین صاحب کے عہد میں ایک بڑے یورپین افسر کی تحریک سے میرے اوپر ایک جھوٹا مقدمہ اعانت تصرف بے جا کا دائر کیا گیا اور کرنیل بین صاحب سابے تعصب حاکم مجھ سے ایسا برافروختہ ہو گیا کہ مجھ کو فوراً بذریعہ سمن عدالت میں طلب کر لیا۔ اس وقت میرے بہت دوستوں نے مجھ کو یہ صلاح دی تھی کہ جان بچانے کے واسطے جھوٹ بولنا جائز ہے اس مقدمہ میں اپنی لاعلمی بیان کر کے اپنی جان بچا لو۔ مگر میں نے کہا کہ جو کچھ ہو سو ہو میں تو سچ بولوں گا۔ آخر جب مقدمہ پیش ہوا سب سے اول میں بلایا گیا اور کرنیل صاحب موصوف میرے اظہار لکھنے لگے میں نے صحیح طور پر حرف بحرف بیان کر دیا کہ ہاں میرے سامنے مسٹر ہیوڈ اور سیر مدعا علیہ نے مسمی حمید خاں جمعدار مدعی کی جائداد جہاں جہاں پائی بطور خود ضبط کر کے آپ نیلام اور فروخت کر دی۔ اور اس کا زر ثمن آپ کھا گیا میں بوجہ ہونے محرر اسٹیمپ کے ضرور اس کے ہمراہ تھا۔ میرا اس قدر بیان ہونے پر مسٹر ہیوڈ نے سب روپیہ حمید خاں مدعی کو دلایا۔ اور ہیوڈ مذکور جو

Marfat.com

سو روپیہ ماہوار کا اورسیر تھا نوکری سے موقوف ہوکر ان جزائر سے بدر کیا گیا اور میں اپنے سچ کی برکت سے صاف بری ہوکر اپنے گھر واپس چلا آیا۔

جنوری ۱۸۶۹ء میں لفٹنٹ پارتھر و صاحب جو اس وقت کرنیل اور قائم مقام کمشنر پورٹ بلیر کے ہیں کالے پانی میں اسسٹنٹ ہوکر آئے۔ اپریل ۱۸۷۹ء میں ہماری بقرعید پڑی۔ ایک بیل مول لے کر اپنے دستور کے موافق ہم نے قربانی کرنا چاہا تھا۔ مگر قربانی کرنے کے وقت ہندوؤں نے بلوہ کرکے وہ بیل ہم سے چھین لینا چاہا۔ ہمارے ساتھ چند آدمی تھے ہم نے اُن کا غیر واجبی حملہ سمجھ کر بیل نہیں دیا۔ ہنود حسب عادت خود بڑے جوش و خروش پر تھے۔ ہم نے عین اسی وقت میں کہ جماعت ہنود بیل کی قربانی کے ساتھ ہماری قربانی کرنے کو ہمارے سر پہ مسلح کھڑے تھے۔ بیل کو قربانی کردیا۔ ہم مسلمان فقط چار پانچ آدمی تھے اور ہنود دو سو نفر سے بھی زیادہ تھے پس ایسی قلیل جماعت کو بمقابلہ ایسی کثیر اور پرجوش جماعت ہنود کے بانہ آنا ہی قرین مصلحت تھا مگر مذہبی جوش اور ادائے فرض نے ہم کو بھی اس فعل کے کرنے پر مجبور کردیا جب ہندوؤں کی آنکھ سامنے قربانی کا خون بہا تو اس پر بڑا بلوہ اور شور و شر ہوا قریب تھا کہ دس بیس خون ہو جاویں۔ مگر پولیس اور اورسیر کے جلد پہنچ جانے پر نوبت کشت و خون کی نہ پہنچی۔

Marfat.com

باب (۲۶)

ہندوؤں کی ناکام چوٹیں

لیکن مقدمہ کچہری میں چلنے لگا گو ہندو بڑے مالدار صاحب اقتدار اور حکام کے منہ چڑھے تھے۔ مگر پراتھر صاحب کی کوشش اور داد سے ہم لوگ بچ گئے جیسے میرے خیالات اور سمجھ اس وقت ہے۔ اگر اس وقت بھی ایسے ہی ہوتے تو میں بجائے اس بیل کے بکرا قربانی کرتا اور صدہا آدمیوں کے دلوں کو نہ دکھاتا۔ ؎

مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

اس وقوعِ قربانی کے بعد حسبِ عادت خود سب پورٹ بلیر کے ہندو متفق ہو گئے اور یہ صلاح ہوئی کہ چاہے ہزاروں روپیہ خرچ ہو جاوے۔ مگر محمد جعفر کو سخت سزا کرائی جاوے۔ اس لیے مونگا لال ایک میرے ماتحت محرر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جس طرح ہو سکے حساب نقدی اسٹیشن میں تغیر و تبدل کرا کے کوئی مقدمہ غبن اور چوری روپیہ سرکاری کا محمد جعفر پر دائر کرایا جائے۔ اسی واسطے بے اطلاع میرے یہ سازش ایک ہندو ریٹرن کے ایک حساب نیلام میں جو میری معرفت سے ہوا تھا قریب سوا روپیہ کے غبن میرے اوپر قائم کر دیا اور فارسی اور انگریزی دونوں حسابوں سے

Marfat.com

رقومات تصدیق کرا کے بہت سے گواہ بھی تیار کر لیے گو صاحب ضلع تک در پردہ اس کی رپورٹ ہو گئی تھی مگر مجھ کو ابھی تک اس کارروائی کا کچھ علم نہ تھا۔ آخر ایک روز یک بیک اور سیر نے میرے گھر پہ آکر میری کل کتابیں حساب سرکاری کی قید کر لیں۔ اُس وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ میرے قتل کا سب سامان طیار ہے دوسرے دن اس کی دریافت و تحقیقات ہونے والی تھی۔ خیر میں نے اس کارروائی سے مطلع ہو کر اپنے رب سے دعا کی اور اور سیر سے جس کے زیر حراست میری کتابیں تھیں سازش کر کے مخفی طور پر ایک گھنٹے کے واسطے اپنی کتابیں واپس لے لیں اور اسی ایک گھنٹے کے اندر وہ کل کارروائی جعلسازی کی جو مہینوں میں تیار ہوئی تھی رفع دفع کر کے میں نے اپنا حساب ٹھیک ٹھیک تیار کر کے کتابیں پھر اور سیر کے حوالے کر دیں۔ دوسرے دن باجلاس پراتھرو صاحب بہادر تحقیقات شروع ہوئی۔ جب حسب نشان دہی مدعیان کتابوں میں میرا حساب دیکھا گیا تو سب ٹھیک تھا سر مو تفاوت نہ نکلا اور چونکہ پراتھرو صاحب نے مقدمہ قربانی سے چند روز پہلے ہم کو بری کیا تھا اُس نے فوراً کہہ دیا کہ یہ مقدمہ محض دروغ اسی مقدمہ قربانی بیل کی عداوت سے ہے۔ مونگا لال میرے ماتحت محرر کو چھ ماہ قید سخت کی سزا دے کر اس ہندو ریٹر کو ایک درجن بید کی سزا دی اور مجھ کو بری کر دیا۔ ہندو تو مجھ پر ایسے غصہ ہو رہے تھے کہ اُنہوں نے کورٹ میں کھڑے کھڑے ایک دوسرا الزام چوری مجھ پر قائم کر دیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ مونگا لال مذکور نے بعد پانے سزا کے ہاتھ باندھ کر پراتھرو صاحب سے عرض کیا کہ کچھ میری عرض

Marfat.com

ہے۔ صاحب نے کہا کہ کیا ہے کہو۔ تب وہ بولا کہ حضور نے جو تختہ ہمارے چوب سُرخ محمد جعفر کو واسطے بنوانے بازار کے دیے تھے۔ اُس نے اُن تختوں سے اپنے گھر کے دروازے اور تخت پوش و صندوق بنوا لیے اور بازار میں نہیں لگوائے۔ اگر حضور اسی وقت تکلیف کریں تو میں وہ سب چیزیں محمد جعفر کے گھر سے پکڑوا دوں۔ جب یہ بیان ہو رہا تھا۔ میں سر نیچے کیے ہوئے خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ اس آفت سے بچانا بھی تیرا ہی کام ہے۔ کیونکہ جن جن چیزوں کا اس نے نام لیا تھا وہ سب میرے گھر میں موجود تھیں۔ اور اس وقت اگر حاکم مجھ سے سوال کرتا۔ تو میرے خیال میں میرے نزدیک سوائے ہاں کے کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن اُس مقلب القلوب کی قدرت کو دیکھیے بعد غور سے سننے اس عرض اور دعویٰ کے برانڈرتھ صاحب نے مونگا لال سے کہا کہ وہ تختہ ہم نے اس کو دیا ہے۔ تم کو اس میں مخبری کرنے کا کیا اختیار ہے۔" اسی دم اُس کو عدالت سے باہر نکال دیا۔ اور مجھ سے فرمایا کہ تم گھر جاؤ اور ہوشیار رہو۔

سنہ ۱۸۶۹ء میں ایک رات کو جب کہ میرے گھر میں قریب پانچ سو روپیہ کے سرکاری روپیہ تنخواہ قیدیاں اسٹیشن بدو کا رکھا ہوا تھا۔ میرے گھر کی کھڑکی توڑ کر ایک چور میرے مکان میں اندر گھس آیا اور بتی کو جو میرے پلنگ کے نزدیک جلتی تھی بجھا دیا۔ ایک چھوٹا سا صندوقچہ روپیہ سے بھرا ہوا میری پائینتی کے پاس رکھا تھا۔ میں غافل سوتا تھا۔ میرا ایک نوکر مراد نام دوسری کوٹھڑی میں تھا۔ اس وقت چور کو وہ صندوق اٹھا لیجانے کو

Marfat.com

کوئی چیز مانع نہ تھی لیکن قدرتِ الٰہی سے یک بیک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اندھیرا دیکھ کر اور کچھ آہٹ پاکر اپنے نوکر مراد کو بلایا تو چور خالی ہاتھ نامراد ہو کر اسی دم بھاگ گیا اور اس رب العزت نے میری عزت رکھ لی۔ بشرطیکہ چوری ہو جانے اس سرکاری روپیہ کے بظاہر میری سخت خرابی اور بربادی تھی۔

مارچ سنہ ۱۸۷۰ء میں میں نے یک صد پچاس روپیہ کی ایک ہنڈوی از طرف مسٹر روپ اسٹراپ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنام منشی غلام نبی صاحب خزانہ کلکتہ پر واسطے منگانے بعض ضروری سامان اپنی شادی کے بھیجنا چاہا تھا اور وہ مال بھی ایک دوسرے سوداگر کے نام سے منگانا تجویز کیا تھا کیونکہ میں ملازم سرکار تھا۔ مجھکو نہ ہنڈوی بھیجنے کا اختیار تھا اور نہ مال منگانے کا۔ یہ سب کارروائی ناجائز مخفی طور پر کی گئی تھی۔ جب میں خط معہ ہنڈوی ڈاک میں ڈالا تو ہندو میرے دشمنوں کو بھی اس حال کی کسی ذریعہ سے خبر ہو گئی۔ انہوں نے کرنیل مین صاحب چیف کمشنر سے مخبری کر کے فوراً اس خط اور ہنڈوی کو پکڑا دیا اور تجویز ہوئی کہ سوائے ضبطی اس زر ہنڈوی کے مجھ کو سزا بھی ہو گی جب مجھ کو اس گرفتاری خط اور ہنڈوی کی اطلاع ہوئی تو جناب الٰہی میں التجا کر کے پراتھرو صاحب سے جا کر سارا حال بیان کیا۔ اور وہی مقدمہ قربانی اس عداوت کا سبب ظاہر کیا۔ پراتھرو صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم کچھ فکر نہ کرو میں کرنیل مین صاحب سے ملاقات کر کے اس کا حال دریافت کروں گا۔ غرض پراتھرو صاحب کرنیل صاحب موصوف کے بنگلے پر گئے اور ان سے ملاقات کر کے میری ہنڈوی اور خط دونوں واپس لے آئے اور مجھ کو لا کر دے دیا۔ اور فرمایا کہ ہندو تمہارے دشمن ہیں تم ہوشیاری سے کام کرو۔

Marfat.com

باب (۲۷)

مولوی محمد حسین صاحب کی تشریف آوری

اگست سنہ ۱۸۷۱ء میں یہ عاجز پھر کچہری صاحب چیف کمشنر بہادر میں جزیرہ ہدو سے صدر مقام جزیرہ روس کو تبدیل ہو گیا۔ مئی سنہ ۱۸۷۱ء میں جب میں جزیرہ روس میں تھا مولوی محمد حسین صاحب ہم لوگوں کی ملاقات کو پٹنہ سے پورٹ بلیر کو آئے اور ایک مہینہ تک رہ کر پھر اپنے ملک کو واپس تشریف لے گئے۔ ایک دن جب مولوی محمد حسین صاحب بڑے ذوق شوق سے کشتی میں سوار ہو کر جزیرہ روس سے جزیرہ وائپر کو مولوی احمد اللہ صاحب کی ملاقات کے واسطے جا رہے تھے راستے میں وہ کشتی طوفان میں پڑی اور قریب تھی کہ ڈوب جاوے۔ اس وقت اپنے ڈوبنے سے زیادہ مولوی محمد حسین صاحب کو یہ افسوس تھا کہ مولوی احمد اللہ صاحب کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی لیکن یہ فقط آزمائش الٰہی تھی۔ چند جھونکوں کے بعد طوفان رفع ہو گیا۔ اور مولوی صاحب موصوف بخیریت تمام وائپر پہنچ گئے اور مولوی احمد اللہ صاحب سے ملاقی ہوئے۔ ہماری گرفتاری کے بعد انگریزوں نے مولوی محمد حسین کو بھی پھنسا کر کالے پانی بھیجنا چاہا تھا۔ مگر فضل الٰہی اور حکمت ربی سے وہ محفوظ رہے لیکن اللہ رب العزت نے اس طرح پر بھی کالے پانی تک پہنچا کر اور بعض مصائب بحری میں ڈال کر کالے پانی والوں کے اجر میں شریک کر دیا

مارچ سنہ ۱۸۸۱ء میں کرنیل مین صاحب چیف کمشنر پنشن پا کر ولایت کو

Marfat.com

گئے اور اکتوبر ۱۸۷۱ء میں جنرل اسٹوارٹ جو اخیر میں جنگی لاٹ ہند کے ہو گئے تھے چیف کمشنر ہو کر انڈمان تشریف لائے۔ اسی صاحب کے عہد میں حسب ایما، لارڈ میو صاحب بہادر کے پورٹ بلیر میں بھنڈارہ کا کھانا قیدیوں کے واسطے مقرر ہوا اور لارڈ میو صاحب کا بنایا ہوا وہ قانون بھی جاری ہوا جس سے پورٹ بلیر کی قید ہندوستان اور ولایت کے جیلخانوں سے بھی زیادہ سخت ہو گئی۔

باب (۲۸)

لارڈ میو گورنر جنرل کا قتل

۸ فروری ۱۸۷۲ء کو لارڈ میو صاحب کا قتل بھی اس سپرنٹنڈنٹ کے عہد میں ہوا جس کو بطور ہدیہ مختصر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

لارڈ میو صاحب بہادر ۸ فروری ۱۸۷۲ء کو سات بجے کے بعد معہ چار اگنبوٹوں کے جزیرہ انڈمان میں رونق افروز ہوئے۔ صدہا صاحب لوگ اور میم واسطے سیر جزائر ہذا کے لارڈ صاحب کے ساتھ آٹھ بجے کے بعد گورنر صاحب معہ چند ممبران خود جہاز سے اتر کر جزیرہ روس میں جو صدر مقام پورٹ بلیر کا ہے تشریف افروز ہوئے۔ اترتے کے وقت لارڈ صاحب کے واسطے ۲۱ ضرب توپ کی سلامی ہوئی اس وقت ہزاروں مرد عورت آزاد اور قیدی اس نظارے کے واسطے گھاٹ جزیرہ روس پر حاضر تھے۔ لارڈ صاحب بہادر ٹاپو میں اترنے کے ساتھ ہی بازار روس ایلنڈ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسکول و بازار و ہسپتال

Marfat.com

وبارک ہائے قیدیان و بارک ہائے جنگی پلٹن کا ملاحظہ کر کے چیف کمشنر صاحب
انڈمان کے بنگلہ پر تشریف لے گئے اور وہاں ٹفن تناول فرما کر و تھوڑا آرام
کر کے گورہ بارک کا ملاحظہ کیا اور پھر اپنے اگنیوٹ کو دیکھتے ہوئے وپیر لینڈ
کو جہاں بدمعاش قیدی جیل میں رہتے ہیں تشریف فرما ہوئے اور بعد ملاحظہ
وپیر کے جزیرہ چاٹم کو واپس آئے۔ جزیرہ چاٹم مابین راہ جزیرہ روس
اور جزیرہ وپیر کے مونٹ ہریٹ پہاڑ کے قریب واقع ہے۔ چاٹم میں ایک
دخانی آرہ گھر ہے۔ یہاں ایک لال لکڑی کے تختہ کو لارڈ صاحب نے
بہت پسند کیا۔ چاٹم میں پھرتے پھرتے یک بیک لارڈ صاحب کے دل
میں آیا کہ اسی وقت مونٹ ہریٹ پہاڑ کو بھی ملاحظہ کرنا چاہیے۔ پرائیویٹ
سیکرٹری اور چیف کمشنر صاحب نے بوجہ غیر وقت ہو جانے کے اس دن
مونٹ ہریٹ کو جانے سے بہت اصرار سے ان کو منع کیا لیکن لارڈ صاحب
نے نہ مانا۔ یوں کہو کہ موت نے ان کو نہ ماننے دیا اور چاٹم سے سوار ہو کر ہوپ ٹون
میں جو زیر پائے کوہ مونٹ ہریٹ کے آباد ہے پہنچے۔ اس ٹاپو میں شیر علی
نام ایک آفریدی قیدی مدت دراز سے ایک چھری واسطے قتل کرنے کسی افسر
اعلیٰ کے تیار کر کے منتظر بیٹھا تھا۔ جب لارڈ صاحب کی کشتی ہوپ ٹوپ
میں پہنچی ——— تو شیر علی مذکور اپنی چھری ہمراہ لے کر وہاں پہنچا۔ ہوپ ٹوپ
سے لارڈ صاحب کے ہمراہ تھا۔ مگر راستہ میں کہیں اس کا داؤ نہ چلا اور لارڈ صاحب
بخیریت تمام پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اب وقت غروب آفتاب کا آگیا تھا لارڈ
صاحب نے وہاں بیٹھ کر سمندر میں غروب آفتاب کا تماشا دیکھا اور

Marfat.com

کہ ایسا خوب صورت نظارہ میں نے اپنی ساری عمر میں کبھی نہیں دیکھا۔ جب اندھیرا ہو گیا تو مشعلوں کی روشنی میں نیچے اُترنے لگے۔ اس وقت ایک مسلح جماعت پولیس لارڈ صاحب کے چاروں طرف تھی اور چیف کمشنر صاحب اور پرائیویٹ سیکرٹری لارڈ صاحب کے دائیں بائیں بدن سے بدن ملائے ہوئے چلتے تھے اور دوسرے پولیس افسر اُن کے پیچھے پیچھے تھے۔ اترائی میں بھی لارڈ صاحب بخیریت تمام ہوپ ٹون کے گھاٹ تک پہنچ گئے۔ مگر جب گھاٹ پر ایک گاڑی کے نزدیک جو وہاں اُس دن کھڑی تھی پہنچے۔ چیف کمشنر لارڈ صاحب کی اجازت لے کر کسی ضرورت کے واسطے پیچھے ہٹ گئے اور لارڈ صاحب معہ پرائیویٹ سیکرٹری آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے اُس وقت اس گاڑی کی آڑ میں ایک آدمی نے مثل شیر کی کود کر لارڈ صاحب کو دو زخم کاری ایک چھری سے ایسے لگائے کہ لڑکھڑا کر لارڈ صاحب سمندر میں جا پڑے۔ اس گڑبڑ میں مشعلیں بھی سب گل ہو گئیں مگر ایک دوسرے قیدی نے جرأت کر کے قاتل کو پکڑ لیا ورنہ وہ اور دو چار کو مارتا۔ لارڈ صاحب کو سمندر سے نکالا اور اُسی گاڑی میں لٹایا وہ تو ایک دو بات کر کے راہی ملک بقا ہوئے۔ جب قاتل سے پوچھا کہ تم نے یہ کس واسطے کیا اُس نے کہا کہ میں نے خدا کے حکم سے کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ تمہارا کوئی شریک ہے تو جواب دیا کہ خدا میرا شریک ہے بعد تحقیقاتِ ضابطہ منظوری ہائیکورٹ بنگال کے قاتل کو پھانسی کا حکم ہوا۔ یہ قاتل شیر علی نام ضلع پشاور کا پہاڑی افغان تھا۔ اُس نے کہا کہ ۱۸۶۹ء سے میرا ارادہ تھا کہ کسی بڑے افسر انگریز کو

Marfat.com

کو مار دوں گا۔ اس واسطے چند سال سے میں نے یہ چھرا تیار کر کے رکھا تھا۔
جب ۸ فروری ۱۸۷۲ء کو لارڈ صاحب آئے اور ان کی سلامی ہوئی تو
میں نے دوبارہ اس چھرے کو تیز کیا۔ میں تمام دن اس تاک میں کہ میں کس طرح
اس ٹاپو میں پہنچوں جہاں لارڈ صاحب پھرتے ہوئے مجھ کو ملیں۔ مگر مجھ کو
وہاں جانے کی رخصت نہ ملی۔ تقدیر شام کے وقت جب میں مایوس ہو گیا تھا
لارڈ صاحب کو میرے گھر لے آئی۔ میں پہاڑ پر بھی لارڈ صاحب کے ساتھ
گیا تھا اور ساتھ ہی واپس آیا مگر جانے اور آنے میں اور پہاڑ کے اوپر
کہیں مجھ کو ایسا موقع نہیں ملا۔ تب میں اس گاڑی کی آڑ میں آ کر چھپ رہا
یہاں سے میری مراد دلی پوری ہو گئی۔ یہ شخص گو ضعیف الجثہ اور پست قد
بدرو آدمی تھا۔ مگر بڑا شہ زور اور دلیر آدمی تھا۔ پھانسی پڑنے کے وقت تک
وہ کچھ ہراساں نہیں ہوا۔ پھانسی کے اوپر چڑھ کر اس نے بآواز بلند قیدیوں
کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بھائیو میں نے تمہارے دشمن کو مار ڈالا اور تم گواہ ہو
کہ میں مسلمان ہوں اور پھر کلمہ پڑھنے لگا اور کلمہ پڑھتے پڑھتے ہی اس کی جان
جسم سے پرواز کر گئی۔

یہ وقوعہ قتل لارڈ صاحب کا ایک ایسے ادنیٰ قیدی کے ہاتھ سے ہونا
ایک نمونہ قدرت الٰہی کا تھا اور نہ کہاں گنگو تیلی اور کہاں راجہ بھوج جب
موت آئی تو صدہا محافظ کرچوں والے اور وہ ان گنت مسلح پولیس والے
اور وہ بندوبست اور خبرداریاں کچھ کام نہ آئیں وہ جو چاہتا ہے سو کرتا
ہے کسی کو اس کی قدرت میں دخل نہیں۔ اس سے ایک مہینہ پہلے ایک

Marfat.com

دوسرے پشاوری افغان نے چیف جسٹس نارمن صاحب کو اسی طرح کلکتہ میں چھرے سے مار ڈالا تھا۔ اب چاہیئے تھا کہ بعد ایسے واقعات وحشت اور عبرت انگیز کے انگریز لوگ پٹھانوں کے دشمن ہو جاتے۔ مگر میں نے دیکھا کہ پہلے سے وہ چند پٹھانوں کی خاطرداری صاحب لوگ کرنے لگے۔ اور بجائے افغانوں کے یہ نصیب وہابیوں کے اور زیادہ شمن ہو گئے۔ تو میں نے سمجھا کہ مارنے والے سے ہر کوئی ڈرتا ہے اور غریب پر ہر کوئی شیر ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تعجب ہم کو اس وقت ہوا کہ جب بعد اس واقعہ قتل لارڈ صاحب کے پلیٹ صاحب کے کمشنر پولیس کلکتہ اور لالہ الیشری پرشاد ہمارے پرانے دوست جو پہلے ہم غریبوں پر گپ شپ لگا کر یار جن سے ڈپٹی کلکٹر ہو گئے تھے اور چند دوسرے نامی نامی افسر پولیس ہند سے یہ بیڑہ اٹھا کر پورٹ بلیر میں پہنچے کہ ہم اس مقدمہ میں وہابیوں کو ضرور پھنسا دیویں گے۔ مگر فضل الٰہی سے اس وقت پورٹ بلیر میں جنرل اسٹوارٹ صاحب اور پراتھر صاحب وغیرہ ایسے ہوشیار اور بیدار مغز افسر ہمارے حالات اور چلن اور اس قتل کی کیفیت اور قاتل کے حالات سے بخوبی واقف موجود تھے۔ اس سبب سے اس مرتبہ الیشری پرشاد کا شکار خالی گیا۔ ورنہ اس نے پورٹ بلیر میں پہنچتے ہی مثل سابق جھوٹے گواہ بنانے شروع کر دیے تھے۔ مگر جنرل اسٹوارٹ صاحب نے کہا کہ ہم ان وہابیوں سے بخوبی واقف ہیں اور ایسی ناجائز کارروائی جھوٹی شہادت تیار کرنے کی ہم اپنے علاقہ میں نہ ہونے دیں گے۔ اس سبب سے اس

Marfat.com

رب العزت نے اس ناگہانی آفت سے بھی ہم کو محفوظ رکھا اور جو اصل مجرم تھا سزا پاگیا۔

باب (۲۹)

میں نے انگریزی سیکھ لی

پورٹ بلیر میں پہنچکر بھی تا وقوعہ قتل لارڈ میو صاحب میں انگریزی سے واقف نہ تھا یہ ۱۸۷۲ء میں رام سروپ نام ایک انگریزی خواں کی ترغیب سے ایک برس کی محنت میں مجھ کو انگریزی لکھنے اور پڑھنے میں خوب مہارت ہوگئی۔ چونکہ میں صاحب لوگوں کو اپنی خدمت کے اوقات میں فارسی۔ اردو۔ انگریزی وغیرہ زبانیں سکھلایا کرتا تھا۔ ان کے ساتھ رات دن بات رہتے اور اُن کے سبقوں کو انگریزی میں ترجمہ کرکے سمجھانے اور اُن کے تحریری ترجموں کو صحیح کرنے کے سبب سے روز بروز میری استعداد انگریزی بڑھ چلی اور وہاں اس وقت تک بوجہ قلت کاتبوں کے ملازمان سرکاری کو عرائض وا پیل نویسی کی بھی ممانعت نہ تھی۔ پھر میں نے عرضی و اپیل بھی انگریزی زبان میں لکھنے شروع کردیئے تھے۔ جس میں سوائے ترقی استعداد علمی کے ہزاروں روپیہ کا فائدہ بھی مجھ کو ہوا۔ یہی دو پیشے یعنی معلمی اور عرائض نویسی تھے۔ جس میں مجھ کو سوا دو پیسہ ماہوار سے کم نہ ملتا تھا۔ چونکہ میرے سوا وہاں کوئی مسلمان انگریزی خواں

Marfat.com

نہ تھا۔ میں نے بڑے سے بڑے اہم مقدمات اہل اسلام میں اُن کو ہمیشہ بڑی بڑی مدد دی اور بڑی بڑی آفتیں اور الزام مسلمانوں پر سے ٹلوا دیے اس علم کے ذریعہ سے میں نے لوگوں کو بہت بڑا نفع پہنچایا جس کو مدت تک وہاں کے لوگ بھول نہ جاویں گے اور جن لوگوں کی بھلائیاں میری انگریزی دانی سے موقوف ہوئیں اور جان بچ گئی وہ تو تازیست اس احسان کو فراموش نہ کرینگے۔ اور یہ بات بھی ایک بڑے تعجب کی ہے کہ جس دن میری رہائی حکم پہنچکر مشتہر ہوا اُسی دن ملازمان سرکاری کو عرضیوں کا لکھنا بھی قطعی منع ہو گیا جس سے ظاہر ہوا کہ وہ اجازت بھی فضل الٰہی سے مثل دوسرے نعمائے ربی میری ہی ذات کے واسطے تھی۔ اب اگر کوئی ملازم سرکار بھولے سے بھی عرضی لکھ دیوے تو اُسی دن اپنے عہدے سے برخاست ہو جاوے۔ میں نے انگریزی سیکھکر بڑے بڑے کتب خانوں کی سیر کی اور ہر علم و ہنر کی صدہا کتابیں دیکھیں دنیا کی کوئی زبان ایسی نہ ہوگی جس کی صرف نحو انگریزوں نے نہ لکھی ہو اور کوئی ملک ایسا نہ ہوگا جس کی تاریخ نہایت شرح و بسط کے ساتھ انگریزی زبان میں موجود نہ ہو۔ انگریزی زبان علم اور فنون کا گھر ہے۔ جو انگریزی نہیں جانتا وہ بلاشبہہ دنیا کے حالات سے بخوبی ماہر نہیں ہے اور بے انگریزی سیکھے پکا دنیا دار و طرار نہیں ہو سکتا اور نہ سوائے اس زبان کے آجکل کوئی آلہ روزگمانے کا ہے مگر جس قدر یہ زبان دنیوی فوائد سے بھری ہوئی ہے اس سے زیادہ دین کے واسطے مضر بلکہ سم قاتل ہے۔ کوئی جوان لڑکا جس نے پہلے قرآن اور حدیث اور سلوک راہ نبوت میں خوب مہارت اور مشق نہ

Marfat.com

کرے ہو اگر اس زبان کو سیکھ کر میری طرح ہر قسم اور ہر علم کی کتابیں کا مطالعہ کرے گا۔ ضرور پرلے سرے کا بے حد آزاد بد دین۔ بے ادب ملحد ہو جاوے گا بلکہ ایسا بے دین اور ملحد ہو گا جس کا سنورنا محال کیا بلکہ غیر ممکن ہے۔

باب (۳۰)

مغربی علوم کا ملحدانہ اثر

مگر فقط زبان انگریزی کا سیکھنا اتنا مضر نہ ہو گا۔ صرف کتب بعض علوم کی جو تعلیم انبیاء کے خلاف ہیں ایک ایسے شخص کو جو اصول مذہب اسلام سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ ضرور بد دین اور ملحد کر دیویں گی اور ایسے شکوک اس کے دل میں پیدا ہو گئے کہ تا مرگ جن کا نکلنا محال ہے اور بوجہ اسی مرض یا موت قلب کے ادائے عبادت میں بھی بہت سست ہو جاوے گا اور گو ظاہر میں وہ دعوٰی اسلام کا کرے۔ مگر فی الواقع اسلام سے اس کا نام خارج ہو جاوے گا۔ اب باوجود میری اس دینداری کے پہلے میرا ہی حال سن لیجیے کہ اس علم کی بدولت مجھ پر کیا کیا اثر ہوئے اسی علم کی بدولت میری نماز تہجد جس کا میں بچپن سے عادی تھا ایک قلم چھوٹ گئی تھی۔ رات کو حسب عادت خود میں جاگ پڑتا تھا۔ مگر دو بجے شب سے فجر تک چارپائی پر بیٹھا رہتا۔ ہرگز ہمت نہ ہوتی کہ اٹھ کر وضو کروں یا نماز پڑھوں۔ نہ جمعہ میں نہ جماعت میں شامل ہوتا نہ قرآن حدیث پڑھنے

Marfat.com

اور سننے کو راغب ہوتا۔ ہر وقت انگریزی دیکھنے کو دل چاہتا کوئی گھڑی انگریزی کتاب پڑھنے سے خالی نہ رہتا۔ رمضان بھر میں چاہتا کہ تلاوت قرآن مجید کی کھول کر پڑھنے کو بھی بیٹھتا مگر پڑھا نہ جاتا۔ زبان پر ثقل ہو جاتا جو دعا میں ہاتھ اٹھا کر گھنٹوں تک مانگا کرتا تھا اب اس خواب خرگوش میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ ہاتھ اٹھا کر چار کلمہ بھی زبان سے ادا نہ ہوتے تھے ان ایام میں فقط فرض نماز پنجگانہ میں پڑھا کرتا تھا اور اس کا ادا کرنا بھی پہاڑ سے زیادہ سخت تھا اور قریب تھا کہ میں فرض نماز روزہ کو بھی جواب دے دوں اور اس کے چھوڑ دینے اور عبث ہونے کے دلائل بھی شیطان مجھ کو تعلیم کیا کرتا تھا۔ قرآن مجید بقدر تین پارہ کے مجھ کو حفظ یاد تھا۔ اس میں سے فقط اخیر کی چند سورتیں یاد رہ گئی تھیں اور باقی سب بھول گیا تھا۔ صدہا حدیثیں بھی مجھے حفظ یاد تھیں وہ بھی گویا دل سے کسی نے دھو ڈالی تھیں روز بروز ان پر سے عقائد اور زشت اعمال سے دل پر زنگ جمتا چلا جاتا تھا اور یہاں تک میرا دل روگی اور مریض ہو گیا تھا کہ اس پر تزع کی حالت تھی اور قریب تھا کہ دل مردہ ہو جاوے۔ اور طرہ یہ کہ اس حالت میں بھی شیطان ایسی ایسی وجاہت میرے دل پر نقش کیا کرتا تھا کہ میں اپنی اس حالت کو بھی سب سے بہتر جانتا اور سمجھتا تھا کہ فقط اقرار کلمہ لا الٰہ الا اللہ جنت میں جانے کو بس ہے۔ یہ تکالیف شرعی سب بے فائدہ ہیں۔ اور یہ بھی مجھ کو یاد ہے کہ گاہے گاہے انکار حق تعالیٰ جو شیطان کا اصل مطلب ہے وہ بھی مجھ کو القا کیا کرتا تھا۔ اور جب کبھی میں ملحد اور

Marfat.com

وہریوں کے دلائل کو دیکھتا تو خواہ نخواہ دل اُن کو قبول کرنا چاہتا۔ غرض مجھ میں اور کفر میں فقط چند انگشت کا فرق باقی تھا اور قریب تھا کہ میں اُس میں گر جاؤں اور یہ کیفیت کوئی ایک دو دن نہیں رہی مگر بوجہ اختیار انہ لی یا نیک اعمال سابقہ کے میں اپنے کو ہلاک اور گمراہ سمجھ کر یہ دعا بھی اکثر مانگا کرتا تھا کہ اے آنکھ والے مجھ اندھے کا ہاتھ پکڑ۔ آخر عنایت الٰہی اور تربیت وہابی نے پھر جوش مارا کہ دسمبر سنہ ۱۸۸۰ء میں یہ خاکسار یک بیک بعارضہ ایک سخت دنبل کے جو میری جانگھ پر نکلا تھا بیمار شدید ہوا جس سے کھانا پینا سب چھوٹ گیا ڈیڑھ مہینے تک اس سے میرو پیپ جاری رہی۔ پانچ ہفتہ تک میں ہسپتال پڑا رہا مرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا۔ دوست آشنا سب مایوس ہو گئے تھے اس حالت مرض میں یہ خاکسار بہت گڑگڑایا اور اپنی گذشتہ حالت سے منفعل ہو کر پورا پورا تائب ہوا اور عہد کیا کہ اس مرض سے شفا پاتے ہی نماز تہجد بھی شروع کر دوں گا اور قرآن اور حدیث کا مطالعہ بھی کیا کروں گا۔ مجھ کو اس وقت آثار قبولیت دعا کے محسوس ہو گئے اور اسی گھڑی سے دل کی حالت پلٹ گئی آثار رحمت اور تربیت وہابی کے معلوم ہونے لگے بھولا ہوا قرآن اور حدیث اور ادعیات ماثورہ آپ سے آپ یاد ہونے لگ گئیں نماز اور دعا میں لذت اور حلاوت پانے لگا۔ تب میں سمجھا کہ یہ بیماری محض میری اصلاح اور تربیت کے واسطے ہی تھی ہسپتال سے واپس آکر میں نے پھر از سر نو حدیث اور تفسیر پڑھنا شروع کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں میری حالت پہلے سے بھی اچھی ہو گئی۔ پھر میں نے خیال کر کے دیکھا کہ جس قرآن و حدیث کے پڑھنے سے طبیعت گھبراتی تھی اور زبان پر ثقل ہو جاتا تھا

Marfat.com

اور ایک آیت پڑھنا بھی محال اور دشوار تھا وہ اب میں دن بھر بیٹھ کر پڑھتا ہوں اور اس کے پڑھنے سے طبیعت کو سرور اور دل کو لذت ہوتی ہے اور وہ دعا جس کے واسطے ہاتھ اُٹھانا محال تھا اب گھنٹوں مانگنے سے بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور اطاعت کی توفیق دینا بھی اسی کا فضل ہے جس کو چاہے دیوے اور جس کو چاہے نہ دیوے۔

باب (۳۱)

وہابیوں کے خلاف سرکار کا اعلانِ جنگ

جو آگ گرفتاری وہابیان ۱۸۶۳ء میں تھانیسر میں روشن ہوئی تھی اس کو روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ خود ہمارے مسلمان اور ہندو بھائی بجائے بجھانے کے اس میں تیل اور تارپین ڈال کر بڑھاتے گئے آخر کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے تو ہزاروں من ولایتی بارود اور کروسین آئیل اس میں ڈال دیا اور ہماری سرکار کو یہاں تک بھڑکایا کہ صادق پور پٹنہ کے وہ مکانات جن میں قافلہ کے لوگ ٹھہرا کرتے تھے معہ مکانات سکنی ان فرضی باغیوں کے کھدوا کر پھینکوا دیے مگر اس پر بھی سرکار کا دل ٹھنڈا نہ ہوا ۱۸۷۲ء کے اخیر تک پٹنہ اور بنگال میں سلسلہ گرفتاری بے گناہوں کو جاری رکھا۔ بے چارہ امیر خاں سوداگر حرم اور مولوی تبارک علی وغیرہ بہت سے آدمی پٹنہ میں پکڑ لیے۔ مولوی امیر الدین صاحب کو پٹنہ میں جا کر پکڑا اور ایک بوڑھے اور ضعیف شخص ابراہیم منڈل کو اسلام پور

Marfat.com

ہیں اور اپنے معمولی اور پرانے پرانے گواہوں سے جو چاہا گواہی دلوا کر بیچاروں کو کالے پانی کو روانہ کیا اور امیر خاں کی جائداد سے اپنا کل خرچہ پورا کر لیا اگرچہ اس امیر خاں کو باوجود دائم الحبسی کے چار برس بعد گورنمنٹ نے مفت کا احسان رکھ کر چھوڑ دیا اور جبہ جائداد منضبطہ سے واپس نہ دیا۔ اگر چار برس پہلے الزام سے بری ہو کر چھوٹ جاتا تو اپنی جائداد منضبطہ بھی سرکار سے واپس لے لیتا۔ الٰہی تعصب اور مفت کے احسان کی طرف غور کر کے دیکھیے کہ اگر امیر خاں مذکور ایسا بھاری مجرم تھا جیسا کہ ملاحظہ مثل مقدمہ سے ثابت ہے تو ایسے بھاری مجرم کو چار برس بعد کیوں رہا کر دیا اور اگر وہ قصوروار نہیں تھا جیسا کہ اس کی جلدی رہائی سے ظاہر ہے تو کس واسطے اتنے بھاری اہتمام سے اس کو قید کر کے اس کی جائداد ضبط کی تھی۔ مارچ ۱۸۶۲ء میں مولوی تبارک علی صاحب اور مولوی امیر الدین صاحب بھی ہمارے پاس کالے پانی میں پہنچے۔ مگر بوجہ اجرا قانون جدید سختی کے بے چاروں کو مدت تک سخت مشقت کرنی پڑی لیکن بہ فضل الٰہی کچھ عرصہ کے بعد مولوی تبارک علی صاحب اسٹیشن محرر اور مولوی امیر الدین صاحب معلم مدرسہ مقرر ہو گئے اور فقط دس برس قید کاٹنے کے بعد بتوجہ و فیض بخشی لارڈ رپن صاحب بہادر ہمارے ہی ساتھ رہا ہو کر اپنے اپنے گھر کو واپس آ گئے اور وہ اُن کی سختی مشقت قید کی کمی ایام قید میں مجرا ہو کر ہمارے برابر ہو گئے جب دس برس تک بھی یہ سلسلہ گرفتاری وہابیاں بند نہ ہوا تو میں اپنے بداعمال کو یاد کر کے بہت کڑھا کرتا تھا کہ یہ آگ تیرے گھر سے نکلی اور تیری بداعمالیوں کے سبب سے دس برس سے تمام ہند

Marfat.com

میں ہزارہا علماء و شرفا گرفتار پنجہ مصیبت ہیں۔ اگر تجھ سا منحوس بدبخت نہ پیدا ہوتا یا بچپن ہی میں مرجاتا تو یہ آفت اور مصیبت مسلمانوں پر نہ پڑتی۔ ؎

چو از قومے یکے بے دانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

مارچ ۱۸۷۲ء میں اسی جہاز میں مولوی تبارک علی اور مولوی امیرالدین صاحب آئے تھے۔ میاں عبدالغفار کی بی بی اور ان کے دو لڑکے بھی بحکم سرکار کالے پانی میں پہنچے۔ میاں عبدالغفار نے بذریعہ چیف کمشنر پورٹ بلیر کے سرکار سے درخواست کی تھی کہ میری بیوی اور بچے ہند سے بلا دیے جاویں۔ صد آفریں بنگال گورنمنٹ پر کہ اس نے اپنے خرچ سے ایسے باغی کے جورو اور بچوں کو کالے پانی میں پہنچوا دیا۔ سرکار کا یہ غصہ اور وہابیوں کو ہزارہا دس دس برس تک دریائے شور کرتے رہنے سے یہ غرض تھی کہ وہابیوں کا قلع قمع ہند سے کیا جاوے۔ اور ان کا بیخ ناس ہو جاوے۔ سو میں نے کالے پانی سے واپس آکر اس کے برعکس دیکھا۔ میری موجودگی ہند کے وقت شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدے کے مسلمان بھی موجود نہ تھے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں کی کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسمٰعیل کے نہ ہوں۔ یوماً فیوماً یہ فرقہ ایسا بڑھ رہا ہے جیسے ایک وقت پراٹسٹنٹ یک بیک تمام یورپ میں بڑھ گئے تھے۔ اور کوئی عذاب اور شکنجہ کشی اور سولی اور پھانسی اور جلاوطنی اور آگ میں

زندوں کو جلا دینا اُن کی ترقی کو مانع نہ ہوا تھا بلکہ تجربوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی فرقے کی ترقی کو مانع ہونا اور اس میں تشدد کرنا سبب سے قوی سبب اس کی ترقی و جاہ و جلال کا ہوتا ہے۔ دور کیوں جاؤ تھوڑے دن کی بات ہے کہ جب سکھوں کا فرقہ نکلا اور اُس کی ترقی شروع ہوئی تو مغلوں نے کس قدر اُس کے نیست و نابود کرنے کے علاج کیے مگر خدا کے بڑھائے کو کون روک سکتا ہے۔ آخر وہی سکھ ہیں جنہوں نے پشاور سے دہلی تک مغلوں کی سلطنت چھین لی اور سو برس تک بڑے جلال اور اقبال سے راج کیا اور ملک دکن میں مرہٹوں کا یہی حال ہے جو جتنا روکا اتنا بڑھتے ہی گئے۔ خداوند تعالیٰ کی حکمت بالغہ میں دست اندازی کرنا اپنے کو ہلاک کرنے کا سامان ہے۔

باب (۳۲)

اولاد

۱۲ اپریل ۱۸۷۲ء کو میری بڑی لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے عقیقے کا کھانا بھی بڑی دھوم دھام سے ہوا تھا اور مولوی تبارک علی صاحب اور مولوی امیر الدین صاحب جن کو وہاں صرف پندرہ دن ہوئے تھے اس عقیقے میں شامل تھے۔ اس کے بعد میری دوسری لڑکی پیدا ہوئی۔ مارے محبت کے اس کا نام میں نے اپنی ہندوستان کی لڑکی کے نام پر رکھا تھا۔ اس کے عقیقے کا کھانا بھی ویسا ہی دھوم دھام سے۔ اس کے بعد پھر تیسرا بچہ محمد صادق ۲۶ نومبر

Marfat.com

۱۸۷۵ء کو پیدا ہوا اس کا نام بھی میں نے اپنے ہندوستان کے لڑکے کے نام پر رکھا تھا۔ اس لڑکے کی پیدائش کے وقت ایک عجیب اسرار الٰہی جو غالباً میری لتی کے واسطے تھا ظاہر ہوا جس دن یہ لڑکا کالے پانی میں پیدا ہوا اسی دن بلکہ اسی وقت میرا بڑا لڑکا محمد صادق پانی پت میں فوت ہو گیا جب اس کی وفات کی خبر مجھ کو پہنچی میں نے اس کا نعم البدل اس کے ہم نام اپنے پاس دیکھ کر صبر شکر کیا اور اس کی والدہ کو بھی اس کا نعم البدل اور ہم نام مل جانے کی خبر لکھ بھیجی۔ جب میں نے انگریزی سیکھی تو ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب اور انڈین مسلمان کے دیکھنے کا بڑا شوق ہوا بمشکل تمام سات روپیہ قیمت کو کلکتہ سے ایک جلد طبع دوم کی میں نے منگوائی اور اس کا مطالعہ کیا تو ایک مقام پر دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بڑی لمبی چوڑی تمہید باندھ کر لکھا ہے کہ اگر بہ نظر ترحم خسروانہ سرکار کبھی ان وہابیوں کو کالے پانی سے رہائی بھی دیوے تو یہ لوگ اپنی رہائی کو من جانب اللہ جل جلالہ سمجھ کر منہ کو واپس آنے کے بعد بھی اور زیادہ موجب تخریب اور بربادی سلطنت انگریزی کے ہونگے پہلے ہی سے سرکار کا غصہ دیکھ کر ہم رہائی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ یہ مضمون زہر آمیز دیکھ کر رہی سہی امید بھی جاتی رہی۔ اور اس کے بعد جب گورنمنٹ ہند نے قواعد رہائی قیدیان دائم الحبس بعد انقضائے بیس برس تاریخ قید سے جاری کیے تو اس میں بھی ہمارا مقدمہ رہائی سے مستثنےٰ ہو گیا تھا اور ان سب سے بڑھ کر ناامیدی اس وقت ہوئی تھی کہ جب ۱۸۸۱ء میں خود ڈاکٹر ہنٹر صاحب مؤلف کتاب مذکور گورنر جنرل ہند کے مصاحب مقرر ہو گئے۔ تب ہم نے جانا کہ جس کی کتاب

Marfat.com

کو ایک دفعہ مطالعہ کر کے بڑے سے بڑا دانا انگریز ساری عمر کے واسطے ہمارا دشمن جانی ہو جاتا ہے۔ تو اُن کی موجودگی محکمہ گورنری میں رہائی کیا نہ معلوم ہم پر اور کیا آفت لا دے گی۔

باب (۳۳)

رہائی کی امیدیں

لیکن باایں ہمہ سنہ ۱۸۸۱ء سے یہ بات غیب سے دل میں ملہم ہوتی تھی کہ ہم جلد رہا ہو کر ہند کو جانے والے ہیں۔ میں نے مولوی انوار الاسلام اور حافظ محمد اکبر پانی پتی کو خطوط بھی لکھ دیے تھے کہ میں جلد ہند کو آیا چاہتا ہوں۔

جون سنہ ۱۸۷۲ء میں یہ خاکسار میر منشی ضلع جنوبی پورٹ بلیر کا مقرر ہو کر ڈپٹی کمشنر کو بدل گیا اور اپنے پرانے آقا اور شناگر میجر پراتھرو صاحب ڈپٹی کمشنر کا میر منشی ہوا جہاں میں اپنی رہائی اور روانگی کی تاریخ تک برابر اسی عہدہ پر رہا۔ اس صاحب نے میری اعانت سے پورٹ بلیر کی آئین کی کتاب بھی بنائی جو بعد منظوری گورنمنٹ کے مشتہر بھی ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ بھی خود میں نے ہی لکھا تھا اور وہ بھی چھپ چکا ہے۔ میری چودہ برس کی عمدہ کارگذاریوں اور جاں فشانیوں پر نظر توجہ ہو کر اسی صاحب کی تحریک سے بڑی دھوم دھام سے ایک لمبی چوڑی گورنمنٹ ہند کو میری رہائی کی رپورٹ بھی ہوئی تھی۔ اس رپورٹ پر رہائی کیا ہوتی تھی۔ مگر سکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ اس قدر ناراض ہوا کہ

Marfat.com

کہ تاحیات میری رہائی غیر ممکن ہو گئی اور دوبارہ کسی افسر کو میری رہائی کی رپورٹ کرنے کا حوصلہ باقی نہ رہا۔ ۱۸۸۰ء کے اخیر میں مولوی عبدالغفار صاحب پسر مولوی عبدالرحیم اپنے والد کی ملاقات کے واسطے پورٹ بلیر میں پہنچے اور کوئی ایک برس تک وہاں رہ کر پھر ملک ہند کو واپس چلے گئے۔ اس وقت مولوی عبدالرحیم صاحب نے ایک مسودہ عرضی اپنی خاص رہائی کے واسطے لکھوا کر اپنے بیٹے کی معرفت سے ہند کو روانہ کیا تھا کہ جس سے وہاں ایک عرضی اس مسودہ کے مواقف اُن کی بیوی کی طرف سے تیار ہو کر حضور گورنر جنرل ہند اپریل ۱۸۸۲ء میں پیش ہوئی جس میں یہ بیان تھا کہ

"میرے شوہر پر در اصل کچھ بھاری قصور ثابت نہ ہوا تھا، اس واسطے بر وقت تجویز مقدمہ سشن جج اور نیز چیف کورٹ نے یہ ارشاد کیا تھا کہ بشرط نیک چلنی بعد چودہ برس کے عبدالرحیم کے مقدمہ میں نظر ثانی کی جاوے گی۔ سو اب تو اٹھارہ برس ہو گئے۔ میں نے اس کی جدائی میں بہت تکلیف اٹھائی اور وہ بھی بہت بوڑھا ہو گیا۔ سرکار اب اس کو بعد ملاحظہ مثل کے رہائی بخشے"۔

بعد ملاحظہ اس عرضی کے لارڈ رپن صاحب بہادر نے سوائے طلبی مثل مقدمہ کے پنجاب اور بنگال گورنمنٹ سے رائے بھی طلب کی کہ اگر ان وہابیوں کو رہائی دے جاوے تو کچھ قباحت تو نہیں ہے۔ بعد آنے آرائے لوکل حکام کے مقدمہ مذکور تا شروع سال آئندہ کے ملتوی ہو گیا۔ چونکہ یہ عرضی مولوی عبدالرحیم صاحب کے واسطے تھی اور در اصل ان کا قصور بھی نہ تھا فقط فرضی مفسدوں کی

Marfat.com

اولاد تصور ہو کر زبردستی قید کیے گئے تھے اس واسطے ہم لوگوں کو فقط اُن کی رہائی کا انتظار تھا۔ اُس ذریعہ سے اپنی رہائی کا تو مجھ کو گمان بھی نہ تھا ہمارے اخیر وقت میں سب بنگال کور کے صاحب لوگ پورٹ بلیر میں جمع ہو گئے تھے۔ اس سبب سے اُن کو تعصب بھی ہم لوگوں سے زیادہ تھا۔ ۱۸۸۱ء میں بوجہ پیری اور ضعف کے مولوی احمداللہ صاحب جن کی عمر اس وقت اسی سال کے قریب تھی قابل ترحم و شمنان ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے اپنی یہ حالت زار دیکھ کر اپنے بیٹے مولوی محمد یقین صاحب سے جو کلکتہ میں مقیم تھے بلا کر ملاقات کرنی چاہی۔ حالانکہ موجب قاعدۂ عام پورٹ بلیر کے یہ ملاقات جائز اور درست تھی اور سینکڑوں بیٹے اپنے باپوں سے آکر مل گئے۔ مگر فقط اس سبب سے کہ احمداللہ وہابی ہے۔ ان کی یہ درخواست نامنظور ہو گئی۔ اس مابین میں امتحاناً میں نے بھی ایک درخواست کی تھی کہ محمد رشید میرے حقیقی برادر زادہ کو میرے پاس پورٹ بلیر میں آنے کی اجازت بخشی جاوے۔ حالانکہ یہ درخواست بھی برابر قابل منظوری کے تھی۔ مگر فقط اس سبب سے کہ سائل وہابی ہے وہ بھی نامنظور ہو گئی۔

باب (۳۴)

حضرت مولانا احمداللہ صاحب کا انتقال

جب مولوی احمداللہ صاحب نہایت کمزور اور چراغ سحری ہو گئے تو مولوی

Marfat.com

عبدالرحیم صاحب نے ان کی حالت اور کمزوری بیان کر کے حکام کو لکھا کہ میں ان
کا رشتہ دار قریب ہوں۔ وہ بیرین کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہیں ہے اس
واسطے امیدوار ہوں کہ ان کو ایبرڈین میں میرے گھر پر رہنے کی اجازت بخشی جاوے
یہ درخواست بھی جس کے پڑھنے سے سنگدل کا دل نرم ہو جاوے فقط اس وجہ سے
نامنظور کی گئی کہ احمد اللہ اور عبدالرحیم دونوں وہابی ہیں ان کے ساتھ ایسی رعایت
اور مہربانی نہیں ہو سکتی۔ جب مولوی صاحب موصوف کا حال نہایت پتلا ہوا
اور صاحب لوگوں کے تعصب کا یہ حال تھا تو مولوی عبدالرحیم صاحب نے یہ
اجازت چاہی کہ مجھ کو رات کو دیپرین ان کے پاس رہنے کی اجازت بخشی جاوے
سو یہ درخواست بعد بڑی دریافت اور بحث کے منظور ہو کر مولوی عبدالرحیم صاحب
کو ۲۰ نومبر کو شام کے وقت ایک تحریری پاس ملا اور اسی رات کو واقعہ
۲۱ نومبر سنہ ۱۸۸۱ء مطابق ۲۸ محرم سنہ ۱۲۹۸ھ شب دوشنبہ کو بوقت ایک
بجے رات کے مولوی صاحب موصوف کی روح اس جسم قید در قید کو چھوڑ کر
فردوس بریں کو پرواز کر گئی۔ مولوی صاحب کی وفات کے وقت عبدالواحد نام
ایک ملازم مولوی صاحب موصوف کا ان کے پاس ہسپتال میں حاضر تھا نزع
کے وقت مولوی صاحب جو پہلے چند منٹ سے عالم بے ہوشی میں تھے آنکھ کھول کر
کہ لا الٰہ الا اللہ مالک الملک آخری کلمہ فرمایا اور سرد ہو گئے۔ ۲۱ تاریخ کو بوقت
آٹھ بجے فجر کے مقام ایبرڈین ہم لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ ہم سب آدمی معہ
بہت سے دوستوں کے نو بجے قبر کے دیپرین میں پہنچ گئے۔ میں کچہری ضلع
میں منشی تھا اور بلا اجازت صاحب ضلع کے جا نہیں سکتا تھا اور بوجہ تعصب حکام

Marfat.com

اجازت ملنا محال تھا اور مجھ کو اُن کی تجہیز و تکفین میں شامل ہونا ضرور ہوا اس واسطے میں توکل بخدا بلا اجازت ڈیرہ چلا گیا۔ اور ایک عرضی اسلامی جعفری کہ میں احمد اللہ صاحب کی تجہیز و تکفین میں شامل ہونے کو ڈیرہ جاتا ہوں۔ آج کی میری غیر حاضری معاف فرمائی جاوے۔ ہم نے ڈیرہ پہنچ کر آخری درخواست حکام انگریزی سے یہ بھی کر دیکھی کہ ہم کو اجازت بخشیں کہ مولوی احمد اللہ صاحب کی لاش کو ابرڈین میں سے جا کر ان کے سگے بھائی مولوی یحییٰ علی صاحب کی قبر کے متصل دفن کر دیویں۔ یہ درخواست بھی نامنظور ہو گئی تو لاچار بعد غسل و نماز کے ان کی لاش کو لے جا کر گورِ غریباں واقعہ ڈنڈاس پوائنٹ میں جو ڈیرہ سے تھوڑی دور ہے دفن کر دیا۔

اپنے بیست سالہ تجربات میں میں نے یہ بھی اکثر دیکھا کہ جب کبھی کسی افسر یا حاکم کی مدد پر میں نے بھروسہ کیا اور خدا کی طرف توجہ نہ رکھی تو میرے رب نے اُسی خیالی معاون کے ہاتھ سے مجھ کو ایذا پہنچوانے کا بندوبست کر دیا۔ مگر جب میں نے اُس خیال سے تائب ہو کر اُس ذات وحدہٗ لاشریک کی طرف رجوع کیا تو پھر اس غالب زبردست حکمت والے نے میری مدد کی اور آفت سے نجات بخشی اور جو لوگ پہلے سے میرے دشمن تھے اور جن سے میں ڈرتا تھا اُن کو میری مدد اور پشت پناہ پر کھڑا کر دیا۔ خداوند تعالیٰ کو کسی طرح بھی منظور نہیں ہے کہ بندہ اس کی طرف سے توجہ پھرا کر غیر اللہ کی طرف رجوع کرے۔ وہ رب العزت ہمیشہ مجھ کو مار مار کر اور تنبیہ کر کے بزرگ ہے۔ کیا کر اپنی طرف رجوع کراتا رہا ہے۔

ستمبر ۱۸۸۲ء میں لاچار ہو کر میری ہندوستان کی بیوی نے پانی پت سے

مجھ کو لکھا کہ میری بڑی لڑکی جوان ہوگئی۔ تمہاری رہائی کی امید پہ آج تک اُس کی شادی کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔ اب بظاہر کوئی شکل تمہاری رہائی کی ایسی جلدی نہیں ہے۔ اس واسطے اگر اجازت دو تو کسی جگہ اس کی شادی کا بندوبست کیا جاوے اور اس کارِ خیر کے واسطے کچھ خرچ ضروری بھی بھیج دو۔ میں نے ۱۴ر اکتوبر سنہ ۱۸۸۲ء کو گویا تاریخ حکم رہائی سے اڑھائی ماہ پہلے بقدر تین سو روپیہ کے نقد اور زیور و پارچہ پانی پت کو بھیجدیا۔ اور اپنی بیوی کو لکھا کہ تم کسی دین دار مسلمان سے اس لڑکی کی شادی کردو۔

باب (۳۴)

فرمانِ رہائی

جب میرا بھیجا ہوا اسباب اور خط پانی پت میں پہنچا تو بوجہ میرے نہ شامل ہونے کے اس شادی میں بجائے خوشی کے غم ان لوگوں کو ہوگیا اور میری بیوی اور لڑکی رو رو کر یہ دعائیں کرتی تھیں کہ اے قادر کریم اس کو بھی اس شادی میں شریک کر بظاہر کوئی سامان میری رہائی کا اس وقت نہ تھا۔ مگر اس مستجاب الدعوات نے وہ فریاد ان کی اسی دم قبول کرلی۔ ۳۰ر دسمبر سنہ ۱۸۸۲ء کو بلا عرضی اور درخواست اور بلا سعی سفارش میری رہائی ہوکر مجھ سے پہلے پانی پت میں میری بیوی کو اطلاع ہوگئی۔ اب جو میری رہائی کا زمانہ قریب آیا تو میں ہر اگنبوٹ میں اپنی رہائی کا منتظر رہتا تھا اور اس ملک کے تحفے تحائف جمع کرکے چلنے کو تیار بیٹھا

Marfat.com

گو بہت سے لوگ جو میرے مقدمہ اور جواب محکمہ گورنری سے واقف تھے میری اس تیاری کو دیکھ کر مجھ پر ہنستے تھے۔ آخرہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۳ء روز دوشنبہ کو مہارانی نام اگنیوٹ یہ حکم بے کر پہنچا کہ جس قدر آدمی بجرم بغاوت وہابی کیس میں قید ہیں سب یک قلم رہا کر کے ہند کو روانہ کر دیے جاویں۔ ان کی لوکل گورنمنٹ ان کی سکونت کے واسطے بندوبست معقول کرے گی۔ جب حکم وہاں پہنچا تو میں اور مولوی عبدالرحیم صاحب و میاں عبدالغفار و مولوی تبارک علی و مولوی امیرالدین اور میاں مسعود کل ۶ نفر اس مقدمہ کے وہاں موجود تھے سو سب کی رہائی ہو گئی۔ جب یہ حکم بذریعہ اخباروں کے ہند میں مشہور ہوا تو بوجہ حمیت اسلامی جملہ انجمن و مجلس ہائے اسلام نے اس ترحم خسروانہ لارڈ رپن صاحب بہادر بذریعہ میموریل کے ان کا شکریہ ادا کیا۔ جیسے ہماری گرفتاری پر گھر گھر تمام ہند میں واویلا مچ گیا تھا۔ ویسے ہی گھر گھر خوشی اور شکریہ کی مجلسیں منعقد ہوئیں اور لارڈ رپن صاحب کی مداحی اور شکرگذاری سے ہماری زبان اور قلم کبھی قاصر نہ ہو گی جس کی اولوالعزم اور ترحمانہ پالیسی سے ہم کو ہند کا دیکھنا پھر نصیب ہوا۔ اسی عرصہ میں میرے ایک پرانے شاگرد کپتان ٹمپل صاحب نے جو بروقت میری رہائی کے خاص کیمپ انبالہ میں مجسٹریٹ تھے میری رہائی کی خبر پا کر مجھ کو لکھا کہ اگر تم میرے پاس رہنا قبول کرو تو میں گورنمنٹ سے اجازت لے کر تم کو اپنے پاس بلا لوں۔ میں نے اس پیام کو تائید غیبی سمجھ کر فوراً قبول کر لیا۔ تب انہوں نے گورنمنٹ پنجاب سے اجازت حاصل کر کے اور خود میرے ضامن ہو کر کل شرائط نگرانی وغیرہ میرے اوپر سے اٹھوا دیں۔ جب میری رہائی

Marfat.com

کا حکم پورٹ بلیر میں آیا تو میری بیوی خورد دائم الحبس تھی اور اس وقت اس کو فقط چودہ برس قید میں ہوئے تھے اس واسطے اسی اگنبوٹ میں گورنمنٹ کو اطلاع دی گئی کہ جب تک محمد جعفر کی بیوی رہا نہ ہوگی وہ ہند کو نہیں جا سکتا اور اپنی رہائی کا حکم پاکر اسی وقت میں نے بھی گورنمنٹ پنجاب کو لکھا کہ یہاں نہایت عمدہ میرا گھر موجود ہے اور میں سو روپیہ ماہوار کا نوکر ہوں اور ہند میں نہ میرا گھر ہے اور نہ مکان اور غالباً حکام پنجاب میرے وہاں آنے پر مجھ سے ناحق چھیڑ چھاڑ کیا کریں گے اور مجھ کو قیدی سابق سمجھ کر کوئی نوکری وغیرہ بھی نہ دیویں گے اس واسطے میں امیدوار ہوں کہ وقتاً فوقتاً ہند میں جاکر اپنے بال بچوں کو دیکھ آیا کروں گا۔ گو چیف کمشنر صاحب پورٹ بلیر نے بعد اظہار میری نیک چلنی اور عمدہ کارگذاری کے پھر سفارش بھی کی تھی کہ محمد جعفر کے واسطے کسی خاص طور پر سرکار سے انداز مقرر کیا جاوے تب ملک ہند میں اس کی گذران ہو سکتی ہے۔ لیکن گورنمنٹ پنجاب نے میری اس درخواست کو نامنظور کرکے جبراً مجھ کو اور میرے بال بچوں کو ہند میں بلایا مگر یہ وعدہ کیا کہ یہاں پنجاب میں اس کو نوکری مل سکتی ہے۔

۳ر مارچ سنہ ۱۸۸۳ء کو مولوی عبدالرحیم و میاں عبدالغفار و مولوی امیرالدین صاحب و تبارک علی رہا ہند ہو گئے اور بخیریت تمام اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ اس کے بعد ۲۸ر اپریل سنہ ۱۸۸۳ء کو میاں مسعود بھی چلے گئے فقط میں اکیلا انتظار حکم رہائی اپنی بیوی کے رہ گیا۔ یکم مئی سنہ ۱۸۸۳ء کو میری بیوی کی رہائی بھی آگئی۔ مگر اس وقت میری بیوی کو چھ مہینے کا حمل تھا اور سمندر میں موسم طوفان کا شروع ہو گیا تھا اس واسطے میں نے ماہ نومبر سنہ ۱۸۸۳ء مطابق محرم سنہ ۱۳۰۱ھ

Marfat.com

پورٹ بلیر میں رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اس حالت میں میں نے اپنے
گھر کا اسباب فروخت کرنا شروع کیا اور اونے پونے پر جیسے ہوا بیچ ڈالا
اکتوبر ۱۸۸۳ء میں میں نے چاہا کہ میرا گھر جو بی جس میں میں رہتا تھا مسجد بنا کر
فی سبیل اللہ وقف کر دیا جاوے اور سب مسلمان جو بغیر مسجد کے تکلیف اٹھاتے
تھے اس وقف سے بہت خوش ہوئے۔ مگر میجر ہرج صاحب ڈپٹی کمشنر
نے از راہ تعصب کے یہ رپورٹ کر دی کہ یہ شخص وہابی ہے اور یہ مسجد بھی وہابیوں
کے قبضہ میں رہے گی۔ اس واسطے یہاں مسجد بنانے کی اجازت نہ دی جاوے
پس وہی تعصب وہابیت کا اس کار خیر کو بھی مانع ہوا۔

باب (۳۶)

پورٹ بلیر پر آخری نظر

جیسا کہ میں اپنے پورٹ بلیر میں داخل ہونے کا ذکر کر کے بعد ازاں حالات
متعلقہ جغرافیہ و قدیم باشندگان بیان کیے ہیں۔ اس مقام پر اپنے پورٹ
بلیر کے روانہ ہونے سے ذکر کرنے سے پہلے تو ایسی ہی اوضاع و اطوار ساکنان پورٹ
بلیر کو ذکر کر کے اس جزیرے سے کوچ کروں۔ یہ جزیرہ مثل دوسرے اضلاع
کے ایک مستقل لوکل گورنمنٹی ہے۔ صاحب چیف کمشنر انڈیمان کو اختیار ہے
کہ جو ایکٹ چاہیں یہاں جاری کریں اور جس حاکم ماتحت کو جو چاہیں اختیارات
دیوانی یا فوجداری کے عطا کریں۔ یہاں کا چیف کمشنر اس قسمت کا سشن جج بھی

Marfat.com

ہے۔ یہاں کے چیف کمشنر کا حکم ناطق ہے۔ اس کا کچھ اپیل نہیں ہو سکتا صرف مقدمات پھانسی میں گورنر جنرل اجلاس کونسل کی منظوری لی جاتی ہے باقی اور سب امور دیوانی اور فوجداری میں یہاں کا چیف کمشنر ہائی کورٹ بھی ہے یہاں سے کوئی جہاز یا مسافر یا کوئی مال و اسباب بلا اجازت صاحب موصوف کے اس ٹاپو سے جا سکتا ہے۔ یہاں کا چیف کمشنر صدر مقام روس میں رہتا ہے۔ اس کی تنخواہ تین ہزار روپیہ ماہوار ہے۔ یہ قسمت دو ضلعوں میں تقسیم ہے۔ ایک ضلع جنوبی ہیں جس کا صدر مقام ابرڈین ہے۔ دوسرا شمالی جس کا صدر مقام چاتم ہے۔ دونوں صاحب ضلعوں کے ماتحت بہت سے اسسٹنٹ اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کام کرتے ہیں۔ اس سٹلمنٹ کے دستور العمل اور قواعد ابتدا ۱۸۵۸ء سے اب تک وقتاً فوقتاً بہت بدلتے رہے ہیں اور ہمیشہ رد و بدل و جبر ہیں اور ہر کہ آمد عمارت نو ساخت کے مصداق مزید کردہ پر یہاں خوب عمل ہوتا ہے۔ یہاں قریب دو ہزار قیدی کے سالانہ ہند سے نئے قید ہو کر آتے ہیں اور اس وقت قریب چودہ ہزار قیدی کے یہاں موجود ہیں۔ جہاز سے اترنے کے بعد ایک مہینہ بعد ان کی بیڑی کٹ جاتی ہے۔ یہاں کوئی جیل نہیں ہے۔ بارکوں میں یہ قیدی ماتحت قیدی افسروں کے رہتے ہیں۔ دن میں مثل جیل ہائے ہند قیدی سخت مشقت کرتے ہیں۔ دو وقت ان کو پختہ کھانا ملتا ہے۔ رات کو انہیں بارکوں میں سو رہتے ہیں۔ ان بارکوں کی حفاظت پر سوائے قیدی افسروں کے اور کوئی پولیس یا جنگی پلٹن نہیں ہے۔ غرض قیدیوں کی حفاظت اور نگرانی اور ان کو کام پر تقسیم کرنا اور ان سے کام کروانا یہ سب

Marfat.com

پرانے قیدی افسروں کے سپرد ہے جو سر پر لال دوپٹہ اور گلے میں چپڑاس ڈال کر رہتے ہیں اور حسب مدارج اپنے عہدوں کے سوا خوراک کی نقد تنخواہ بھی سرکار سے پاتے ہیں۔ ان نئے قیدیوں کو بھی بشرطِ نیک چلنی تین چار برس کے بعد کسی قدر نقد تنخواہ ملنے لگ جاتی ہے اور بعد تنخواہ پانے کے یہ نئے قیدی بھی پہلے والے افسر مقرر ہو جاتے ہیں۔ دس برس نیک چلن رہنے کے بعد ہر ایک مرد قیدی مستحق ٹکٹ پانے کا ہو جاتا ہے اور ٹکٹ یہ ہے کہ قیدی آزاد ہو کر بارک سے نکل جاتا ہے۔ اور شہر اور بستیوں میں رہ کر جو چاہے پیشہ کرے اور کھاوے کماوے۔ قریب پچاس ساٹھ کے قیدیوں کی بستیاں آباد ہیں جن میں قیدی ہی نمبردار اور چوکیدار و پٹواری ہیں۔ جو لوگ کھیتی کرنے کا ٹکٹ لیتے ہیں اُن کو گاؤں میں نو توڑ زمین بقدر دس بیگہ کے مفت سرکار سے مل جاتی ہے اور تین برس تک محصول معاف رہتا ہے اور کبھی کبھی کچھ تقاوی اور بیل اور خوراک سے بھی سرکار مدد دیتی ہے۔ جو حلوائی یا نانبائی یا نائی وغیرہ پیشوں کے ٹکٹ لیتے ہیں اُن کو بھی کبھی کبھی کچھ مدد ملتی ہے۔ اس ٹکٹ پانے کے بعد قیدی آزاد ہو جاتا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ جو عورتیں قید ہو کر آتی ہیں وہ ایک علیحدہ جزیرہ میں ماتحت قیدی عورات افسروں کے بارک میں رہتی ہیں۔ حتی المقدور جب تک وے بارک میں رہتی ہیں زناکاری کی پوری پوری روک رہتی ہے۔ عورتوں کو بھی اپنی بارک کے اندر سلائی وغیرہ کی مشق کرنی ہوتی ہے۔ عورتوں کو پانچ برس کے بعد ٹکٹ آزادی کا مل جاتا ہے لیکن جوان عورتیں

Marfat.com

جب تک شادی نہ کر لیویں ٹکٹ پاکر اپنی بارک سے باہر نہیں جانے پاتیں
بعد انقضائے پانچ برس مدت قید کے عورت کو اختیار ہے جس مرد سے
چاہے شادی کر لیوے۔ مردوں میں سوائے ٹکٹ والوں کے مشقتی
بارک باش قیدی شادی نہیں کر سکتے۔ جس مرد کو شادی کرنا منظور ہوتا ہے
وہ عورتوں کے ٹاپو میں جاکر کسی عورت کو پسند کر کے کچھ اُن کو دے دلا
کر راضی کر لیتا ہے اور جب میاں بیوی راضی ہو جاتے ہیں۔ تو اُن کو
ایک اقرار نامہ اپنی رضامندی اور محبت و موافقت سے مل کر رہنے کا
روبروئے صاحب کمشنر بہادر کے لکھ دینا پڑتا ہے اس کے بعد بیوی میاں
کے گھر چلی آتی ہے ٹکٹ والے قیدی ملک سے اپنے بال بچوں کو بھی
بلا سکتے ہیں۔ جب کوئی قیدی بیس برس تک نیک چلن رہے تو پھر
اس کی رہائی بھی ہو جاتی ہے اور اس کو بعد رہائی کے اختیار ہے چاہے
اس ملک میں رہے چاہے اپنے وطن اور زاد و بوم کو چلا آوے۔ بعد
ٹکٹ پانے کے قیدیوں کو اختیار ہے کہ اپنی کمائی حلال سے چاہیں لاکھوں
روپیہ جمع کر لیویں۔ مگر ٹکٹ سے پہلے بلا اطلاع و اجازت حکام وہ کچھ
اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کے پاس جمع کر سکتا ہے۔
قیدی جب تک بارک میں رہ کر مشقت کرتے ہیں ایک برس یا تین مہینے
میں ایک خط اپنے گھر کو بھیج سکتے ہیں اور ایک خط آمدہ ہمنہ پا سکتے ہیں۔
مگر ٹکٹ والے ہر مہینے میں ایک خط بھیج سکتے ہیں۔
پورٹ بلیر ایک ایسی جگہ ہے جہاں چینا۔ برہما۔ ملائی۔ سنگلی۔ جنگلی۔ نکوباری

Marfat.com

کشمیری پشتونی۔ ایرانی۔ مکرانی۔ عربی حبشی۔ پارسی۔ پرتگیز۔ امریکن۔ انگریز ڈین فرنچ وغیرہ اور ہندوستان کے سب ضلعوں اور شہروں کے آدمی مثل بھوٹیا نیپالی۔ پنجابی۔ سندھی۔ گجراتی۔ دیس والے۔ ہندوستانی۔ اہل برج۔ اسرامی۔ تہلی۔ بند۔ ہلکھنڈی۔ اوڑیا۔ تلنگی۔ مرہٹے۔ کرناٹکی۔ مدراسی۔ ملیالم گونڈ۔ بھیل۔ بنگالی۔ کول۔ سنتھال وغیرہ سب موجود ہیں۔ جب یہ لوگ آپس میں مل کر بیٹھتے ہیں تو اپنی اپنی زبان میں بات چیت کرتے ہیں۔ مگر بازار اور کچہریوں کی زبان یہاں بھی ہندوستانی ہے۔ ہر ملک کا آدمی یہاں آکر آپ سے آپ ہندوستانی زبان سیکھ لیتا ہے کیونکہ بغیر اس زبان جاننے کے یہاں آدمی کا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں بروئے زمین پر کوئی دوسرا مقام ایسی مختلف قوموں سے آباد نہ ہوگا۔ قریب چالیس مختلف قوموں کے جو ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھ سکیں یہاں موجود ہیں۔ شانِ الٰہی سے یہاں ایک ایسا میلہ جمع ہوا ہے۔ شاید آج تک بروئے زمین پر ایسا مجمع کہیں نہ جمع ہوا ہوگا۔ جب کوئی بنگالی مرد اور مدراسی عورت یا بھوٹیا مرد اور پنجابی عورت وعلیٰ ہذا القیاس آپس میں شادی کرتے ہیں اور میاں بیوی کی اور بیوی میاں کی بات نہیں سمجھتے اور بروقت تکرار اور لڑائی باہمی کے دونوں اپنی اپنی زبان میں ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں اور فریق ثانی کچھ نہیں سمجھتا تو عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ یہاں جب کسی تقریب شادی پر دعوت اور نیوتہ ہو کر ملک ملک کی عورتیں جمع ہو کر اپنی اپنی بولی میں گاتی اور اپنی وضع پر ناچتی کودتی اور اپنے اپنے ملک کا لباس پہنتی ہیں تو وہ تماشا

Marfat.com

بھی قابل دید ہے۔

یہاں قوم کی پابندی جو ہندوستان کی پرانی بیماری ہے یک قلم ترک ہوگئی۔ مسلمان مرد خواہ کسی ذات کا ہو ہر مسلمان عورت سے بلا روک ٹوک شادی کر لیتا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں میں بھی ہندو ہونا کافی ہے ایک ذات کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ برہمنوں کے گھروں میں پاسنیں اور جاٹوں کے گھروں میں برہمنیاں موجود ہیں۔ یہاں ٹھگ وہ ٹھگ ہیں کہ دل کو ٹھگ لیویں اور چور وہ چور ہیں کہ آنکھوں کا کاجل چرالیں۔ یہاں شعبدہ باز بہروپیے۔ بھنڈ بیلے۔ نقال۔ ہیجڑے۔ نٹ۔ طوائف۔ میراسی۔ گویے۔ قوال اور ہر فن کے نیک و بدمعاش سب موجود ہیں۔ یہاں اچھے اور نیکوں کا بھی یہ حال ہے کہ کوئی ٹاپو مولوی اور پنڈت اور درویش و بھائی جی وغیرہ سے خالی نہیں ہے۔ یہاں مدراسی اور بنگالی سوکھی مچھلی بھی بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ اس سوکھی مچھلی کو جس میں سڑے ہوئے چمڑے کی سی بو ہوتی ہے عمدہ عمدہ گوشت پر یہ لوگ سبقت دیتے ہیں۔ یہ برما اور چینیا بھی کھاتے ہیں۔ مچھلیوں کو پیپوں میں بھر کر سڑاتے ہیں جب ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں تو ان کیڑوں اور سڑی مچھلیوں کو کوٹ کر نپتی بنتی ہے اور اس میں ایسی بدبو ہوتی ہے کہ ہم لوگ ہوا کے رخ ایک میل تک بھی اس کی بدبو سہار نہیں سکتے۔ مگر یہ برما اور چینیا اس کو بجائے گرم مصالح کے ہر عمدہ کھانے پر پڑا پڑا کر بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ جب ان کو نپتی مل گئی تو گویا دنیا کی نعمت مل گئی۔ یہاں کسی طوائف یا کسبی کی عام دکان نہیں ہے۔ مگر اکثر

Marfat.com

عورتیں ایسی بے حیا اور فاحشہ ہیں کہ کسبیوں کو اُن سے شرم آتی ہے۔

بعد تجربہ کے مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنی اپنی وضع اور بولی اور لباس و خوراک ہر کسی کو پسند ہے۔ جنگلی اپنے جنگل میں رہنے اور ننگ دھڑنگ پھرنے اور کیڑے مکوڑے کھانے کو ہماری قبا اور دوشالوں اور پلاؤ اور قلیہ پر سبقت دیتے ہیں۔ ہمارے کھانوں سے اُن کو قے لگتی ہے ہمارے کپڑے پہننے سے اُن کو ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے ہم کو ننگا رہنے سے۔ برہما۔ چینا ہمارے گھی کے پکوان کو دیکھ کر اپنی ناک بند کر لیتے ہیں۔ ہمارے قلیے اور قورمے اور پلاؤ کے بھنگار سے عربوں کا دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے۔ انگریز لوگ ہمارے عطر کو نہیں سونگھ سکتے۔ غرض بچپن سے زبان اور ناک جس چیز کا عادی ہو گیا ہے وہی اُس کو پسند ہے۔

باب (۳۷)

سوادِ ہند کو روانگی

جب میں ۹ ماہ نومبر ۱۸۸۳ء کو سوار ہونے کو تھا تو اُس وقت میں نے ایک عام دعوت کر کے اپنے سب دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ اس دعوت کی فہرست .. .. کی پیشانی پر لکھا تھا کہ یہ خاکسار بعد ایک قیام اٹھارہ برس کے بظاہر ہمیشہ کے واسطے ہندوستان کو جانے والا ہے امید ہے کہ آج میرے کل عنایت فرما جن کے نام نامی درج ذیل ہیں قدم

Marfat.com

رنجیدہ فرما کر خاکسار کے ساتھ آخری ماحضر تناول فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں گے جس کسی کو یہ دعوت پہنچی بلا عذر دوڑا چلا آیا۔ یہ دعوت میرے گھر میں میرے سوار ہونے سے فقط ایک گھنٹہ پہلے دوپہر کے وقت ہوئی تھی۔ میری جُدائی سے حاضرین کے مُنہ پر رودِ اشک جاری تھیں۔ ہر چند بہت لوگوں نے اس جلسۂ مفارقت میں کچھ سپیچ (تقریر) کرنا چاہا۔ مگر دو لفظ کہنے کے بعد ہر کسی کی ہچکی بندھ جاتی تھی۔ میں خود بھی جو ایک تقریر طویل نصیحت آمیز کرنے کو تھا ایک لفظ بھی ادا نہیں کر سکا۔ اور دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اسی دن اتفاق سے جمعہ تھا۔ بعد تناول طعام مولوی لیاقت علی صاحب کے ساتھ آخری نماز جمعہ پڑھ کر گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔ میں معہ لواحقین خود سوار ہو کر جزیرہ روس کو چلا آیا وہاں میرے ہمراہ بھی صدہا مرد و عورت مجھے رخصت کرنے کو آئے تھے۔ جب بوقت چار بجے شام کے میں معہ لواحقین خود مقام جزیرہ روس سے کشتی پر سوار ہو کر اگنبوٹ کو چلا تو بیشمار خلقت خوشی اور رنج سے زار زار روتی تھی۔ اس وقت میرے ساتھ ایک میری بیوی اور آٹھ بچے معہ میرے کل دس نفر تھے اور قریب آٹھ ہزار روپیہ کے میرے قبضہ میں جائداد تھی۔ اس وقت میں اپنی اس حالت کو کہ جب میں ۱۱ جنوری ۱۸۶۶ء کو اسی گھاٹ میں ایک لنگوٹی باندھ کر تن تنہا جہاز سے اُترا تھا اور اب ایسی رنج اور محن کی جگہ سے معہ دس نفر اور آٹھ ہزار کی جائداد کے واپس جاتا ہوں یاد کر کے قدرتِ خدا پر تعجب کرتا تھا کہ حکام دنیا نے مجھ کو بے خانماں کر کے سخت سزا کے واسطے یہاں بھیجا تھا مگر اُس حاکم

Marfat.com

حقیقی نے کہ در اصل جس کے ہاتھ میں ساری دنیا اور مافیہا کا انتظام ہے دشمنوں کے ہاتھ سے میرے ساتھ کیسے سلوک کرائے اور مجھ ایک فرد واحد سے دس نفر میرے اہل بیت کے کر کے کس اعزاز اور اکرام سے مجھ کو واپس لے چلا۔ اور چونکہ یہ جہاز جس پر میں سوار ہونے کو تھا اُسی جگہ کھڑا تھا جہاں وہ جمنا جہاز جو مجھ کو لے کر آیا تھا کھڑا ہوا تھا اور اس دن میں فجر کے وقت جمنا جہاز سے اُترا تھا اور آج شام کے وقت مہارانی گنگیوٹ پر سوار ہونا تھا اس واسطے مجھ کو اٹھارہ برس تک اس جزیرے میں رہنا ایک خواب و خیال معلوم ہوتا تھا اور ایسا خیال میں آتا تھا کہ میں آج فجر کو جمنا جہاز سے اُترا تھا اور آج ہی سوار ہو گیا۔ میں نے اپنے چلنے سے چند روز پہلے بقدر راہ خرچ کے اپنے پاس رکھ کر باقی کل نقد روپیہ کو جو اُس وقت میرے پاس موجود تھے حسب سہام شرعی اپنی دونوں حویلیوں پر تقسیم کر کے ہر ایک کے حوالہ کر دیئے اور آپ اس دولت دنیا سے سبکدوش ہو گیا۔ اب میری ذاتی جائداد سوائے چند کتابوں اور چند جوڑے کپڑوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ جس قدر نقد و جنس و زیور وغیرہ میری جس حویلی کے قبضہ میں ہے وہ انہیں کا مال ہے۔ دوسری حویلی کا اس میں کچھ دعویٰ نہیں۔ قریب پانچ بجے شام کے ہم نے اگنیوٹ مہارانی نام پر سوار ہو کر ایک پہلکہ پر اپنا ڈیرہ کر لیا۔ ہم لوگوں کے سوا اس جہاز پر اور بھی بہت سی رہائی والی عورتیں اور مرد اور نیز بہت سے مسافر یورپین اور ہندوستانی سوار تھے۔ موسم نہایت عمدہ اور سمندر بالکل قریب ٹھنڈا تھا موج اور تلاطم کا نام نہ تھا۔ اس دن محرم کی بھی دسویں تاریخ

Marfat.com

اور صدی چودھویں شروع ہوگئی تھی۔ بوقت غروب آفتاب کے جہاز کا لنگر اُٹھایا گیا اور ہم لوگوں نے چشم پر آب ایک کے بعد ایک جزائر انڈمان کو خیرباد کہہ کر پیچھے چھوڑنا شروع کیا۔ اب رات ہوگئی تھی چاندنی رات میں سمندر کی لہروں کی کیفیت بڑی آب و کھلا رہی تھی۔ دوسرے دن ہمارا جہاز جزیرہ کوکو میں پہنچا۔ دو روز چلنے کے بعد کسی قدر بارش بھی برسا جس سے مسافروں کو کچھ تکلیف ہوئی۔ مگر جب جہاز تھوڑا آگے بڑھ گیا تو تکلیف رفع ہوگئی اور پانی بھی بند ہوگیا۔ علی رضا نام ایک مشہور تاجر نے اس جہاز پر ہماری بڑی خاطر تواضع کی۔ دونوں وقت عمدہ کھانا گوشت مچھلی، چاول، کافی۔ برف اور قسم قسم کے میوے اور مٹھائیاں ہمارے واسطے ہر دم موجود رہتی تھیں۔ بڑے آرام و راحت سے یہ سفر کٹا جس وقت مارے برسات کے سب مسافر پانی میں تر بتر کانپ رہے تھے۔ اس وقت نور الدین نام ایک رہائی والے کی عورت کو دردِ زہ شروع ہوا۔ اور اس حالت میں کہ زچہ پانی میں شور بور کانپ رہی تھی اُس کو پلوٹھا بچہ پیدا ہوا اور وہ وہاں اچھوانی کہاں اس دن مشکل سے زچہ کو دال بھات ملا ہوگا مگر اس کو یا اس کے بچہ کو کچھ مرض ہوا نہ بیماری دونوں تندرست تھے اور جب جہاز کلکتہ میں جا کر لنگر انداز ہوا اس بچہ نوزائیدہ کی عمر صرف دو دن کی ہوگی۔ اس کی والدہ معہ اپنے بچہ کے زندہ ناتی ہوئی جہاز سے اُتری۔ اور پھر کلکتہ سے اُس کے مرد نے ایک ٹکٹ سیدھا لاہور تک کا لیا۔ اسی حالت میں زچہ خوش و خورم روانہ ہوگئی۔ اور بچہ کا نام بوجہ سمندر میں پیدا ہونے کے سمندر ہی رکھا گیا تھا۔ خیر بفضلِ الٰہی ہم چار دن اور چار رات کے سفر کے بعد ۱۳ نومبر

Marfat.com

۱۸۸۳ء مطابق ۱۴ محرم ۱۳۰۱ھ داخل کلکتہ ہوئے اور وہاں چیتیا پاڑہ میں جاکر مولوی عبدالرؤف صاحب برادر مولوی عبدالرحیم صاحب کے مکان میں رہ کر تیسری شب کو بوقت ۹ بجے رات کے ہم بسواری ریل کلکتہ سے ہند کو روانہ ہوگئے اور کلکتہ سے الہ آباد اور وہاں سے کانپور، کانپور سے علی گڈھ اور علی گڈھ سے سہارنپور اور وہاں سے انبالہ تک منزل درمنزل ٹکٹ لیتے ہوئے ۲۱ نومبر ۱۸۸۳ء کو بوقت ۹ بجے شب کے اسٹیشن کیمپ انبالہ پر پہنچ گئے کلکتہ سے دو سپاہی ایک نائیک ہمارے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کے واسطے بطور اردلی انبالہ تک ہمارے ساتھ آئے تھے۔ انڈمان میں بارہ ماہ موسم معتدل رہنے کے سبب سے میرے بال بچوں نے اس سے پہلے کبھی جاڑا گرمی نہ دیکھا تھا۔ اسی واسطے آخر نومبر میں کلکتہ سے آگے بڑھ کر ان کو کسی قدر سردی سے تکلیف بھی ہوگئی۔ مگر جس جس قدر موسم سرما اور سرد ملکوں کا قریب ہوتا گیا اسی قدر ان کی طبیعت بھی اس کی عادی ہوتی گئی۔ بیس برس کے بعد اس زندان قفس اولادِ آدم سے ہر موسم میں جگہ بجگہ کا ہوا پانی اور طرح بہ طرح کے موسمی میوے وغیرہ سے میرے بال بچوں کی طبیعت نہایت شاداں اور فرحاں تھی۔ اسی سبب سے پورٹ بلیر سے انبالہ تک دن عید اور رات شب برات کی کیفیت رہی ایک دن وہ تھا کہ ہم ۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو جیل انبالہ سے زیور آہنی وجوگیا نہ لباس وگلیم سیاہ سے آراستہ پیراستہ ہوکر زیرحراست پولیس انبالہ سے مغرب کو روانہ ہوئے تھے اور بڑے مصائب کھینچتے ہوئے ۱۱ جنوری ۱۸۶۶ء کو گیارہ ماہ بعد تاریخ روانگی

انبالہ سے کالے پانی میں داخل ہوئے تھے اور یا یہ دن ہوا کہ ہم بڑی آسائش سے دریائی سفر کو طے کر کے کلکتہ میں پہنچے اور وہاں سے ایک خاص درجہ ریل میں بلا ٹکٹ احد سے سوار ہوتے ہوئے دس آدمیوں کے عیال اور نقد و جنس کو ساتھ لے کر مثل نوابوں کے عمدہ سلطانی بانات کا لباس پہنے ہوئے پورٹ سے چل کر گیارہویں دن مشرق سے آکر داخل انبالہ ہوئے۔ میری اس کیفیت اور شان اور اولاد اور مال و منال کو دیکھ کر خلقت کو تعجب اور متعصبوں کو افسوس اور میرے ہوا خواہوں کو خوشی تھی اور راہ میں جہاں جہاں میں اُترتا ہر شہر کے مسلمان میرا نام سُن کر میری ملاقات کو دوڑے چلے آتے اور میری کیفیت کو دیکھ کر یہ کہتے تھے کہ اللہ جل جلالہ بڑا قادر ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ راہ میں یا انبالہ میں جو جو آدمی میرے مقدمہ اور حالات سے واقف تھے وہ سب یہی کہتے تھے۔ کہ تیرا اس ملک میں اس شان سے آنا مُردے کے زندہ ہونے سے کم نہیں ہے جو اس کرامت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ لادے البتہ وہ دل اور آنکھ دونوں کا اندھا ہے۔ ذرا غور تو کیجیے کہ یہاں میری ایک بیوی چھوٹی تھی کالے پانی میں مجھ کو دو بیویاں عنایت ہوئیں۔ یہاں میرے دو بچے چھوٹے تھے، وہاں آٹھ بچے مرحمت ہوئے اور سامان اور اسباب نقد و جنس ہر ایک چیز کا نام بنام نعم البدل اس قید خانہ میں دے کر مجھ کو واپس لے آیا جیسے کہ ایوب۔ علیہ السلام کے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ

دیا ہم نے اُس کو کنبہ اُس کا اور زیادہ دیے اُس کو اس کنبے کے ساتھ مثل اس کی

Marfat.com

یہ ایک رحمت تھی ہماری طرف سے اور ایک نصیحت تھی واسطے عابدوں کے"
یہ آیت میرے حق میں بھی از سر تا پا صادق آئی، مگر اس میرے قصہ سے جو ایک بڑی روشن آیت آیاتِ الٰہی سے ہے صرف عابدین اور صالحین ہی کو عبرت اور نصیحت ہو سکتی ہے متکبرین اور منافقین کو نہیں۔

باب (۳۸)

وطن پہنچ کر

دوسرے دن فجر کو ہم شہر انبالہ میں پہنچے اور وہاں کے حکامِ ضلع سے اجازت لے کر کیمپ انبالہ میں اپنے آقائے قدیم کپتان ٹمپل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب میں کپتان ٹمپل صاحب کے بنگلہ پر گیا وہ دوڑ کر میرے ملنے کو باہر نکل آئے اور اندر لے جا کر مجھ کو موڑھے پر بٹھایا اور بہت تسلی و تشفی کی اور فرمایا کہ آج کی تاریخ سے ہم بیس روپیہ ماہوار تنخواہ تم کو اپنے خرچ سے دیا کریں گے۔ اور تمہاری نوکری کے واسطے بھی جلد اچھا بندوبست ہو جائے گا۔ کپتان ٹمپل صاحب کی سعی سے صاحب لوگ مجھ سے پڑھا کرتے تھے۔ میرے یہاں پہنچنے کے سوا برس بعد تک ٹمپل صاحب نے یہاں رہ کر مجھ کو قریب پچاس روپیہ ماہوار کے بندوبست کر دیا تھا۔ اپریل سنہ ۱۸۸۶ء سے یعنی اس کے چلے جانے کے بعد سے وہ بندوبست ٹوٹ گیا۔ بلکہ اس وقت سے نگرانی پولیس کی میرے اوپر مقرر ہو کر اور بھی سختی

Marfat.com

بڑھ گئی۔

بعد پہنچنے انبالہ کے جب میں نے اس سفر لبست سالہ کو ہند سے پیمالیش کر کے دیکھا تو انبالہ سے چل کر براہِ لاہور و بمبئی کالے پانی تک اور پھر کالے پانی سے براہ کلکتہ انبالہ تک قریب سات ہزار میل کی مسافت ہوئی۔ اور باستثنائے بعض شمالی اضلاع ہند کے قریب تمام کے کل ہند کا طواف ہوگیا۔ صدر بازار کیمپ انبالہ میں ایک مکان کرایہ کا لے کر معہ عیال و اطفال خود اس میں آباد ہوگیا۔ جب میں سب اسباب ضروری خانہ داری کا خرید چکا تو ۱۱ دسمبر ۱۸۸۳ء کو ایک ہفتہ کی رخصت لے کر براہ ریل اول دہلی گیا اور وہاں ایک شب رہ کر دوسرے دن شام کو بہ سواری یکہ پانی پت پہنچا اور اتفاق حسنہ سے پورے بیس برس کے بعد وہی ۱۳ دسمبر میرے پانی پت سے دہلی کو بھاگ جانے کی تاریخ تھی۔ کہ جب میں ۲۰ برس پہلے تھانیسر سے سوار ہوکر بوقت صبح اپنی بیوی کو پانی پت میں چھوڑ کر اور پانی پت سے یکہ پر سوار ہوکر دہلی کو بھاگا تھا جب میں پانی پت کی جانب مشرق و جنوب کی سڑک پر شام کے وقت دہلی سے پانی پت کو چلا آتا تھا تو وہی سڑک اور وہی موسم اور وہی تاریخ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج فجر میں اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر دہلی کو گیا تھا اور آج ہی واپس آگیا۔ نیر مغرب کی نماز کے بعد میں بمقام پانی پت اپنے گھر میں پہنچا: میری بیوی اور لڑکے مجھ کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئے۔ بروز فرار حسین لڑکے کو میں نے چند مہینے کا چھوڑا تھا اور

Marfat.com

اس کو بیس برس کی عمر میں دیکھا۔ پانچ روز وہاں ٹھہرنے کے بعد پھر میں براہ کرنال تھانیسر آیا اور ایک شب چند گھنٹے تھانیسر میں ٹھہر کر پھر انبالہ کو لوٹ آیا۔

جس جس شہر میں یہ عاجز گیا ہزاروں خلقت اس شہر کی میرا آنا سن کر میرے دیکھنے کو آتی تھی اور تھانیسر میں تو ایسا اژدہام خلائق کا ہوا کہ میں اس رات کو سونے بھی نہیں پایا۔ بلکہ بسبب تنگی وقت کے بہت سے آدمی میری ملاقات سے محروم رہ گئے۔ اور انبالہ میں چند مہینوں تک منزلوں سے لوگ میرے دیکھنے کو آتے رہے اور میرا منہ دیکھ کر خدا کی قدرت پر تعجب کرتے تھے۔ شہر تھانیسر کو میں نے دیکھا کہ ۱۲ دسمبر ۱۸۶۳ء میں اس سے میرا قدم اٹھانا تھا کہ اس پر زوال شروع ہوا۔ اس بیس برس میں ساتویں حصہ سے بھی کم اس کی آبادی رہ گئی۔ مکانات گر کر راہ کوچے بند ہو گئے اور بجائے آدمیوں کے بندر اور چیلیوں نے اس میں اپنا دخل کر لیا۔ لیکن خداوند کریم نے مجھ کو قرائن سے معلوم کرا دیا کہ یہ شہر عنقریب بڑی دھوم دھام سے پھر دوبارہ آباد ہو گا۔ جب میں تھانیسر میں گیا تو میں نے اپنے محلہ اور مکان مسکن پر جا کر مالک مکان سے جو اس میں آباد تھا بہ عاجزی تمام یہ اجازت چاہی کہ اپنے زنانوں کو کسی ایک کمرے میں علیحدہ کر کے مجھ کو اس مکان کے اندرونی قطعات کی زیارت کر لینے دو۔ مالک مکان نے مجھ کو شناخت کر کے بڑے اخلاق سے اندر آنے کی اجازت دیدی

Marfat.com

مجھ کو اس جگہ بھی قدرتِ الٰہی یاد آئی۔ کہ جس مکان کو میں نے خود ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تعمیر کیا تھا اب اُس کے اندر میں قدم نہیں رکھ سکتا اب میں امید کرتا ہوں کہ خداوندِ کریم اس ہدیہ اور نذر مکان کو ریا سے پاک کر کے قبول کر لیوے اور اس کا بدل کوئی مکان آخرت میں عطا کرے اب بعد اختتام اس کیفیت بست سالہ کے بعض انعاماتِ الٰہی کو ذکر کر کے میں اس کتاب کو ختم کر دیتا ہوں۔

باب (۳۹)

خاتمہ

ایک ان میں سے یہ ہے کہ تاریخ قید سے جہاں جس جگہ میں رہا کیسے اپنے سایۂ عاطفت اور انعام میں مجھ کو رکھا۔ بیس برس میں ایک دن بھی مشقت کرنے کی نوبت نہ آنے دی اور کالے پانی میں میرے پہنچنے سے پہلے میری راحت کے سامان جمع کر رکھے تھے جہاں پر اُترتے ہی کے دن مجھ کو بڑا عہدہ دار سرکار بنا دیا اور ہمارے کالے پانی میں پہنچنے سے فقط چار پانچ برس پہلے اُن نئے جزائر کا آباد ہونا اور اس سبب سے قوانین پورٹ بلیر کا قیدیوں کے واسطے نرم اور آسان مقرر ہونا اور ہمارے وہاں داخل ہونے کے وقت تک جنگل کی صفائی اور مہلک امراض کا قطعی دفعیہ ہو کر اس کا رشکِ کشمیر ہو جانا اور پھر بیس برس تک بڑے

Marfat.com

آرام اور عیش سے ہمارا وہاں رہنا اور ایسی جائے نا امیدی سے باوجود
تعصب حکام باشان و شوکت مال و اولاد صحیح و تندرست جیسے گئے
تھے اس سے بہتر حال میں واپس آجانا ۔ دوسرے اس ملک ہند میں
ہمارے واپس پہنچنے کے بعد بھی باوجود سخت تخالف اور تباین کے
آب و ہوا پورٹ بلیر انڈمان اور ہندوستان کے میرے بال بچے اب تک
صحیح و سالم اور تندرست ہیں ۔ بلکہ اور دو بچے اس ملک میں آکر بھی میرے
گھر میں پیدا ہوئے ، حالانکہ اور دوسرے بچے جو کالے پانی سے یہاں واپس
آئے ۔ بہت ہی کم اس ملک میں زندہ رہے اور جب کوئی وبا ریا متعدی
مرض اس ملک میں پھیلتا ہے تو یہ چھاؤنی یا میرا گھر ہمیشہ اس سے محفوظ
رہتا ہے اور میرے یہاں پہنچنے کے بعد بارش و باراں اور ارزانی غلہ بھی
بہ نسبت سنین ملحقہ کے نہایت کثرت سے ہوئی ۔ تیسرے جب بعد بیس
برس کے اس جزیرے سے میری رہائی ہوئی تو بہ تقاضائے بشریت مجھ کو
یہ فکر تھا کہ اس وقت میں ہندوستان میں جاکر کہاں رہوں گا اور کیا
کروں گا ۔ کیونکہ بمقام تھانیسر میرے کل مکانات سکنی و اراضی و زمینداری
وغیرہ ضبط سرکار ہوکر نیلام ہو چکی تھی اور حکام ضلع انبالہ ہمارے اکثر
وہی پرانے رفیق تھے جنہوں نے ہم کو کالے پانی بھیجا تھا مگر ایسے وقت
تردد اور انتشار میں اُس قادر کریم اور مقلب القلوب نے کپتان ٹمپل صاحب
مجسٹریٹ کیمپ انبالہ میں بلایا اور اس میری شروع واپسی میں کہ جب
ہر ایک انگریز میری صورت سے متنفر تھا بطور وکیل مدتوں میری طرف سے

Marfat.com

لڑتا رہا اور روزگار وغیرہ کی طرف سے بالکل مجھ کو فارغ البال کرادیا۔ اور جب ٹمپل صاحب بوجہ تبدیلی خود اس ملک سے چلے گئے تو اس کے بعد خود بخود بلا میری درخواست کے ریاست ارنولی میں میرا روزگار معقول مقرر کرا دیا کہ جہاں میں اب تک بڑے آرام اور آسایش سے نوکر ہوں۔ اور یہ بھی اُس کا شکر ہے کہ یہ دونوں سبب میرے روزگار اور آسائش کے غیر مسلمانوں کے ہاتھ سے ہوئے کہ جہاں سوائے تائید غیبی کے کوئی ظاہری گمان ہمدردی قوم وغیرہ کا بھی موجود نہیں ہے۔ ہمارے ہندوستان میں واپس آنے کے بعد جو نگرانی پولیس وغیرہ ہمارے اوپر مقرر ہوئی تھی اول تو اس کو بذمہ داری وضمانت خود کپتان ٹمپل صاحب نے میرے اوپر سے اُٹھوا دیا تھا۔ اور بعد تبدیلی کپتان ٹمپل صاحب کے محض بہ تائید غیبی بلا سعی سفارش کسی بشر کے وہ احکاماتِ نگرانی وغیرہ بذریعہ چٹھی نمبری ۱۸۸ مورخہ ۶ر فروری ۱۸۸۸ء منجانب سکرٹری گورنمنٹ پنجاب بنام صاحب کمشنر قسمت دہلی میرے اوپر سے اُٹھوا دیے گئے۔ حالانکہ میرے پانچوں رفقاء جیل یعنی مولوی عبدالرحیم وغیرہ پر سے وہ احکاماتِ نگرانی ابھی تک بھی نہیں اُٹھائے گئے۔ بفضلِ الٰہی اب میں قطعی آزاد ہوں۔ جہاں چاہوں رہوں اور جو چاہے روزگار کروں۔ بضرورتِ کاروبار ریاست میں لاہور اور کلکتہ کے مابین میں ہمیشہ دورۂ سیر میں رہتا ہوں۔ بلکہ عنقریب ایک مقدمہ ریاست ارنولی کی پیروی میں میرا ولایت جانے کا بھی ارادہ ہے جہاں ان شاء اللہ تعالیٰ ڈاکٹر ہنٹر صاحب

Marfat.com

اور دوسرے موافق اور مخالف صاحب لوگوں سے ملاقات کر کے اس قدرت الٰہی کا اُن سے اعتراف کراؤں گا۔ جب میں کچہری انبالہ کے اس مقام کو دیکھتا ہوں کہ جہاں مجھ کو پھانسی کا حکم سُنایا گیا تھا اور یا جب جیل انبالہ کے پاس سے نکلتا ہوں جس میں ڈیڑھ برس تک قید رہا تھا اور یا ان سڑکوں پر گذرتا ہوں کہ جہاں سے بعد سُنانے حکم پھانسی کے ہم کو جیل خانہ کو لے گئے تھے۔ تو قدرتِ الٰہی کو دیکھ کر میرا دل ہل جاتا ہے اور یہ خیال ہو جاتا ہے کہ بروز سُنائے جانے حکم پھانسی کے کس کو گمان تھا کہ پھر میں اس کمرۂ عدالت میں یا ان مقاموں پر کبھی کھلا ہوا بے روک ٹوک پھرونگا ہرگز کسی بشر کو گمان کیا اس کا وہم بھی نہ تھا۔ یہ فقط اُس رب قدیر کا کام ہے کہ یہ سارے تماشے گرم سرد زمانے کے دکھلا کر اس اپنے نالائق مفرور غلام کو پھر جیسے کا جیسا اس ملک میں لاکر پہلے سے وہ چند لوگوں کی آنکھوں میں معزز اور ممتاز کر دیا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اِس قصّہ کو ایک کہانی یا ایک مثل ایک فوجداری کا ترجمہ ہی نہ سمجھو بلکہ یہ قصہ ایک بڑی آیت آیاتِ الٰہی سے ہے۔ اس کو بار بار چست ملاحظہ کر کے عبرت پکڑنا چاہیے۔ خداوند تعالےٰ اپنی کتابِ مجید میں ایسے ہی قصہ کی نسبت فرماتے ہیں۔ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب (ترجمہ) تحقیق ان کے قصوں میں ایک عبرت اور نصیحت ہے عقلمندوں کے واسطے۔ اور تعمیلِ حکمِ زبانی واما بنعمۃ ربک فحدث (ترجمہ) اپنے رب کے انعاموں کو لوگوں میں بیان کرو۔"

Marfat.com

میں نے جملہ انعاماتِ ظاہری اور باطنی خداوند عالمین جل جلالہ وعم نوالہ کو بقدر اپنی سمجھ کے بطور اختصار کے لکھ کر پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے اب یہ آخری دعا ہے کہ خداوند کریم اس محنت اور مشقت اور ان تکالیف قید کو ریا سے پاک کر کے قبول فرماوے۔ اور ناظرین کو اس قصہ سے عبرت اور نصیحت ہوتی رہے۔ آمین۔ اللّٰھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذبك من شرورھم۔

Marfat.com

حالات

مولانا یحییٰ علی صاحب

از سیرت سید احمد شہید مؤلفہ سید ابوالحسن علی ندوی

مولانا عبدالرحیم صاحب صادق پوری نے در منثور میں آپ کے جیل کے جو حالات لکھے ہیں ان سے آپ کی عظمت اور اس جماعت کی سیرت و اخلاق کا اندازہ ہو سکتا ہے:

ہمارے مولانا کا صبر و استقلال اس وقت کا قابلِ دید تھا۔ شب کو آپ اور میں ایک جگہ رہتے آپ پچھلی شب حسب معمول نماز و دعا وغیرہ میں مشغول رہتے اور اکثر اشعار عاشقانہ دیوان شاہ نیاز و حافظ وغیرہ کے پڑھتے اور ایک وجدی کیفیت آپ پر طاری ہوتی۔ ہم لوگ سب ہوش باش ہوتے اور آپ نہایت مسرور و خوش۔ آپ کے چہرہ بشرہ سے کچھ بھی آثار رنج و محن کے پائے نہیں جاتے۔ ذکر اللہ سے رطب اللسان رہتے آپ اکثر اس شعر کو بھی جو حضرت خبیب صحابی رضی اللہ عنہ کا ہے مترنم ہوتے۔

Marfat.com

فلست ابالی حین اقتل مسلماً
علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
وذالک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارکؒ علیٰ اوصال شلو ممزعی

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے آپ کی اس کیفیت وجدی وصبر وشکر کا ایک شمہ بیان کر سکوں اور اس کی تصویر کھینچکر ہدیہ ناظرین کرنا تو یہ امر محال ہے۔

چنانچہ ہمارے اس قیدِ تنہائی میں پھر تخمیناً دو ڈھائی مہینے رہے اور نہایت صبر واستقلال کے ساتھ ان ایام کو آپ نے لبسر کیا۔ اور جب سپاہی پہرے والا یا اور کوئی سپاہی یا قیدی آپ کے سامنے آجاتا، ہندو یا مسلمان سب کو آپ توحیدِ باری کا وعظ سناتے اور عذاب سُناتے اور آخرت و قبر وغیرہ سے ڈراتے۔ الغرض ایک عجیب طرح کا فیض آپ کا اس قیدِ تنہائی میں بھی جاری رہا۔ سپاہی جو پہرے کے واسطے آتا وہ سکھ ہو یا گورکھا اور مسلمان نہ ہوتا آپ اس آیتِ کریمہ کا وعظ سُناتے ءاریاب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ سپاہی کھڑا روتا۔ اور جب اُس کے پہرے کی بدلی ہوتی تو اس صحبت کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ میں کچھ لکھ نہیں سکتا کہ کس قدر فائدہ اس وقت پہرے والوں کو پہنچا اور کتنے موحد ہو گئے۔ اور کتنے آبائی دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ لا یعلم

Marfat.com

الّا اللہ۔

آپ کا فیض کبھی کسی حالت میں بند نہ ہوا۔ آپ کا جسم مبارک قیدی تھا مگر آپ کے دل و زبان آزاد تھے۔ ان پر کسی کی حکومت نہ تھی۔ بجز اس حاکم حقیقی کے۔ اگر دو مند کے واسطے بھی کوئی آدمی سامنے آجاتا، آپ امر معروف و نہی عن المنکر بجا لاتے۔ آپ حمد و ثنائے باری میں شب و روز مصروف رہتے اور کام مفوضہ سرکاری کو بھی باحسن وجوہ انجام کرتے۔ مثل اور قیدیوں کے تساہل و تکاہل کو کام میں نہ لاتے اور دوسرے قیدیوں کو بھی نصیحت فرماتے کہ جب تم سرکاری کھانا کھاتے ہو اور کپڑا پہنتے ہو اور مکان میں رہتے ہو تب ضرور ہے کہ سرکاری کام کو انجام دو۔ اور قیدی لوگ جو جیل کے اندر حکم عدولی اور بدمعاشی کرتے اس سے اُن کو روکتے۔ اور نصیحت کرتے۔ صدہا قیدی اس جیل میں ایسے نیک چلن ہو گئے کہ جن کو دیکھ کر اہل کارانِ جیل حیران رہ جاتے چونکہ جیل خانہ میں مجمع بدکاروں اور چور ڈاکوؤں وغیرہ کا رہا کرتا ہے۔ آپ کا وعظ بھی انہیں افعالِ ذمیمہ کے بیان میں ہوتا اور توحید و تاکید صوم و صلوٰۃ کی ہوتی۔ صدہا چور اور ڈاکوؤں نے توبہ کی کہ اب کبھی اس پیشہ کو نہ کریں گے۔ آپ ان کو عذاب دائم مقیم سے ڈراتے۔ صدہا موحد اور نمازی ہو گئے۔

ایک بلوچ ڈاکو کا ماجرا بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا نام مرزی تھا۔

Marfat.com

اس کے آبا و اجداد سے چوری اور ڈکیتی کا پیشہ چلا آتا تھا۔ وہ نہایت قوی ہیکل جوان تھا۔ اس نے جیل خانہ میں آکر بھی بہت کچھ شرارت کی تھی۔ سرکاری کام ہرگز نہیں کرتا تھا۔ صدہا بید اُس کو لگائے گئے مگر اُس نے اُف نہیں کی۔ اپنی ید چلتی سے باز نہیں آیا۔ بیڑی اور ڈنڈا ہتھکڑی اور طوق و قید تنہائی وغیرہ جو کچھ سزا وہاں ہے وہ سب اس پر عمل میں لایا گیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ داروغہ و جمعدار سب اس سے ڈرتے وہ ان کو بھی موقعہ پاکر ہتھکڑی سے پیٹ دیتا۔ خدا کے حکم سے آپ کا بستر اور اُس کا ایک ہی جگہ ہوگیا۔ خدا کی قدرت کہ آپ کی نصیحت و پند سے تھوڑے ہی عرصہ میں اُس کی کیفیت بدل گئی۔ اُس نے سرکاری مشقت کرنی شروع کر دی اور ایسا نیک چلن بن گیا کہ داروغہ وغیرہ سب متحیر ہوگئے۔ ہتھکڑی اور طوق وغیرہ سب اس سے دور کر دیے گئے اور پارچہ بافی کے کارخانہ میں وہ داخل کر دیا گیا کہ جہاں دائم الحبس اور بڑے بڑے میعادی کام کیا کرتے تھے اور عمدہ کام کرنے اور زیادہ کام کرنے پر سال میں دو ایک ماہ قید معاف بھی ملا کرتی ہے اس نے وہاں جاکر بہت پارچہ بافی کا کام سیکھ لیا اور نہایت عمدہ کپڑا بننے لگا۔ جب میں لاہور کے جیل میں گیا خود میں نے اس مزری بلوچ کو دیکھا کہ پانچوں وقت نماز قید میں پڑھتا اور اپنے اعمالِ گذشتہ کو یاد کر کے خوف خدا سے اکثر روتا۔ اے بھائیو میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے جب اس کو دیکھا ایک ولی پایا۔ اس قسم کے اور بہت سے ماجرے ہیں میں نے یہ ایک تمثیلاً

Marfat.com

بیان کیا الغرض آپ کا وجود باجود اس قید خانہ میں واسطے ہدایت قیدیوں کے بھیج دیا گیا تھا۔ کہ ہزاروں فیضیاب ہو گئے۔ اہل کارانِ جیل اس کرامات کو آپ کے دیکھ دیکھ کر نہایت متحیر و متعجب ہوتے۔ تمام ہندو آپ کو دیوتا اور اوتار کہتے اور مسلمان ولی سمجھتے۔ اتوار کا روز جو فرصت کا قیدیوں کے ہوتا ہے فجر کو بعد ملاحظہ ڈاکٹر آپ کے پاس مجمع ہو جاتا۔ آپ حسب حال ان قیدیوں کے بد کاریوں سے بچنے اور نیک چلنی اور توحید الٰہی کا بیان فرماتے اور صوم وصلوٰۃ کی تاکید کرتے۔

Marfat.com

مولانا محمد علی جوہر

بحثیت ایک تاریخ اور تاریخ ساز کے

مرتبہ محمد سرور

مولانا محمد علی مرحوم کی زندگی اور سیاسی جدوجہد بہت حد تک پورے پاک و ہند کے مسلمانوں کی زندگی اور سیاسی جدوجہد تھی ۔

مسلمان پاک و ہند کے عہد حاضر کی تاریخ کا یہ ایک اہم صحیفہ ہے ۔ جسے پڑھے بغیر نہ تو ان کے ماضی قریب کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کے حال و مستقبل کے احکامات کا تعین ممکن ہو ۔

قیمت نو روپے پچاس پیسے

سنگ میل پبلی کیشنز ◎ لاہور

نوروز پریس لاہور

Marfat.com

مولانا محمد علی جوہر

بحثیت ایک تاریخ اور تاریخ ساز کے

مرتبہ محمد سرور

مولانا محمد علی مرحوم کی زندگی اور سیاسی جدوجہد بہت حد تک پورے پاک و ہند کے مسلمانوں کی زندگی اور سیاسی جدوجہد تھی ۔

مسلمان پاک و ہند کے عہد حاضر کی تاریخ کا یہ ایک اہم صحیفہ ہے ۔ جسے پڑھے بغیر نہ تو ان کے ماضی قریب کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کے حال و مستقبل کے احکامات کا تعین ممکن ہو ۔

قیمت نو روپے پچاس پیسے

سنگ میل پبلی کیشنز ◎ لاہور

نوروز پریس لاہور

Marfat.com